فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (سورۃ الاعراف:176)

تاریخ کی چند اہم شخصیات

ڈاکٹر مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

www.najeebqasmi.com



فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْن

(سورة الاعراف ١٧٦)

تاریخ کی چند اهم شخصیات

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

www.najeebqasmi.com

Important Persons & Places in the history

By Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

نام کتاب: تاریخ کی چند اہم شخصیات
مصنف: ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی
پہلا ایڈیشن: مارچ ۲۰۱۶ء

www.najeebqasmi.com

najeebqasmi@gmail.com

Publisher ناشر

فریڈم فائٹر مولانا اسماعیل سنبھلی ویلفیئر سوسائٹی، دیپا سرائے، سنبھل، یوپی، ہندوستان

Freedom Fighter Molana Ismail Sambhali Welfare Society,

Deepa Sarai, Sambhal U.P. Pin Code: 244302

کتاب مفت ملنے کا پتہ

ڈاکٹر محمد مجیب، دیپا سرائے، سنبھل، مرادآباد، یوپی، 244302

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن، وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْن.

پیش لفظ

حضور اکرم ﷺ نہ صرف خاتم النبیین ہیں بلکہ آپ ﷺ کی رسالت عالمی بھی ہے، یعنی آپ ﷺ صرف قبیلہ قریش یا عربوں کے لئے نہیں، بلکہ پوری انسانیت کے لئے، اسی طرح صرف اُس زمانہ کے لئے نہیں جس میں آپ ﷺ پیدا ہوئے بلکہ قیامت تک آنے والے تمام انس وجن کے لئے نبی ورسول بنا کر بھیجے گئے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ خاص کر علماء دین کی ذمہ داری ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد دین اسلام کی حفاظت کرکے قرآن وحدیث کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچائیں۔ چنانچہ علماء کرام نے اپنے اپنے زمانہ میں رائج جائز طریقوں سے اس اہم ذمہ داری کو بحسن خوبی انجام دیا۔ علماء کرام کی قرآن وحدیث کی بے لوث خدمات کو بھلایا نہیں کیا جاسکتا ہے اور انشاء اللہ ان علمی خدمات سے کل قیامت تک استفادہ کیا جاتا رہے گا۔ عصر حاضر میں نئی ٹکنولوجی (ویب سائٹ، واٹس اپ، موبائل ایپ، فیس بک اور یوٹوب وغیرہ) کو دین اسلام کی خدمت کے لئے علماء کرام نے استعمال کرنا شروع تو کردیا ہے مگر اس میں مزید اور تیزی سے کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

الحمد للہ، بعض احباب کی ٹیکنیکل سپورٹ اور بعض محسنین کے مالی تعاون سے ہم نے بھی دین اسلام کے خدمت کے لئے نئی ٹکنولوجی کے میدان میں گھوڑے دوڑا دئے ہیں تاکہ اس خلا کو ایسی طاقتیں پُر نہ کردیں جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوں۔ چنانچہ ۲۰۱۳ میں ویب سائٹ لانچ کی گئی، ۲۰۱۵ میں تین زبانوں میں دنیا کی پہلی موبائل ایپ (Deen-e-Islam) اور پھر احباب کے تقاضہ پر حجاج کرام کے لئے تین زبانوں میں خصوصی ایپ (Hajj-e-Mabroor) لانچ کی گئی۔ ہندوپاک کے متعدد علماء کرام واداروں نے دونوں ایپس کے لئے تائیدی خطوط تحریر فرماکر عوام وخواص سے دونوں ایپس سے استفادہ کرنے کی درخواست کی۔ یہ تائیدی خطوط دونوں ایپس کا حصہ ہیں۔ زمانہ کی رفتار سے چلتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں مختصر دینی پیغام خوبصورت امیج کی شکل میں مختلف

ذرائع سے ہزاروں احباب کو پہنچ رہے ہیں، جو عوام وخواص میں کافی مقبولیت حاصل کئے ہوئے ہیں۔
ان دونوں ایپس (دین اسلام اور حج مبرور) کو تین زبانوں میں لانچ کرنے کے ضمن میں میرے تقریباً ۲۰۰ مضامین کا انگریزی اور ہندی میں مستند ترجمہ کروایا گیا۔ ترجمہ کے ساتھ زبان کے ماہرین سے ایڈیٹنگ بھی کرائی گئی۔ ہندی کے ترجمہ میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ ترجمہ آسان وعام فہم زبان میں ہوتا کہ ہر عام وخاص کے لئے استفادہ کرنا آسان ہو۔
اللہ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے اب تمام مضامین کے انگریزی اور ہندی ترجمہ کو موضوعات کے اعتبار سے کتابی شکل میں ترتیب دے دیا گیا ہے تاکہ استفادہ عام کیا جاسکے، جس کے ذریعہ ۱۴ کتابیں انگریزی میں اور ۱۴ کتابیں ہندی میں تیار ہوگئی ہیں۔ اردو میں شائع شدہ ۷ کتابوں کے علاوہ ۱۰ مزید کتابیں طباعت کے لئے تیار کردی گئی ہیں۔
اس کتاب (تاریخ کی چند اہم شخصیت) میں اسلامی تاریخ کی چند اہم شخصیات (حضرت ابراہیم علیہ السلام، خلفاء راشدین، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، فاتح سندھ محمد بن قاسمؒ، حضرت امام ابوحنیفہؒ، مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، مولانا محمد اسماعیل سنبھلیؒ، مولانا مرغوب الرحمٰنؒ اور ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی دامت برکاتہم) سے متعلق میرے متعدد مضامین کتابی شکل میں ترتیب دئے گئے ہیں تاکہ استفادہ عام ہوسکے۔
اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ان ساری خدمات کو قبولیت ومقبولیت سے نواز کر مجھے، ایپس کی تائید میں خطوط تحریر کرنے والے علماء کرام، ٹیکنیکل سپورٹ کرنے والے احباب، مالی تعاون پیش کرنے والے محسنین، مترجمین، ایڈیٹنگ کرنے والے حضرات خاصکر جناب عدنان محمود عثمانی صاحب، ڈیزائنر اور کسی بھی نوعیت سے تعاون پیش کرنے والے حضرات کو دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی عطا فرمائے۔ آخر میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم، مولانا محمد اسرارالحق قاسمی صاحب (ممبر آف پارلیمینٹ) اور پروفیسر اختر الواسع صاحب (لسانیات کے کمشنر، وزارت اقلیتی بہبود) کا خصوصی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود اپنی تقریظ تحریر فرمائی۔ ڈاکٹر شفاعت اللہ خان صاحب کا بھی مشکور ہوں جن کی کاوشوں سے ہی یہ پروجیکٹ پائے تکمیل کو پہنچا ہے۔

محمد نجیب قاسمی سنبھلی (ریاض) ۵ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ = ۱۴ مارچ ۲۰۱۶ء

(Mufti) Abul Qasim Nomani
Mohtamim (VC) Darul Uloom Deoband

(مفتی) ابو القاسم نعمانی
مہتمم دار العلوم دیوبند، الہند

PIN- 247554 (U.P.) INDIA Tel: 01336-222429, Fax: 01336-222768 E-mail: info@darululoom-deoband.com

Ref. No.......... Date:....................

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

جناب مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی مقیم ریاض (سعودی عرب) نے دینی معلومات اور شرعی احکام کو زیادہ سے زیادہ اہل ایمان تک پہونچانے کے لئے جدید وسائل کا استعمال شروع کرکے، دینی کام کرنے والوں کے لیے ایک اچھی مثال قائم فرمائی ہے۔

چنانچہ سعودی عرب سے شایع ہونے والے اردو اخبار (اردو نیوز) کے دینی کالم (روشنی) میں مختلف عنوانات پر ان کے مضامین مسلسل شایع ہوتے رہتے ہیں۔اور موبائل ایپ اور ویب سائٹ کے ذریعہ بھی وہ اپنا دینی پیغام زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہونچا رہے ہیں۔ ایک اچھا کام یہ ہوا ہے کہ زمانہ کی ضرورت کے تحت مولانا نے اپنے اہم اور منتخب مضامین کے ہندی اور انگریزی میں ترجمے کرادیے ہیں، جو الیکٹرونک بک کی شکل میں جلد ہی لانچ ہونے والے ہیں۔

اور امید ہے کہ مستقبل میں یہ پرنٹ بک کی شکل میں بھی دستیاب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ مولانا قاسمی کے علوم میں برکت عطا فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔مزید علمی افادات کی توفیق بخشے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۱۴۳۷/۶/۳ھ

Mohammad Asrarul Haque
Member of Parliament
Lok Sabha

15, South Avenue, New Delhi-110011
Ph.: 011-23795046 Telefax: 011-23795314

تاثرات

عصر حاضر میں دینی تعلیمات کو جدید آلات و وسائل کے ذریعہ عوام الناس تک پہنچانا وقت کا اہم تقاضہ ہے، اللہ کا شکر ہے کہ بعض دینی، معاشرتی اور اصلاحی فکر رکھنے والے حضرات نے اس سمت میں کام کرنا شروع کردیا ہے، جس کے سبب آج انٹرنیٹ پر دین کے تعلق سے کافی مواد موجود ہے۔ اگرچہ اس میدان میں زیادہ تر مغربی ممالک کے مسلمان سرگرم ہیں لیکن اب ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مشرقی ممالک کے علماء و داعیان اسلام بھی اس طرف متوجہ ہو رہے ہیں جن میں عزیزم ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی صاحب کا نام سرفہرست ہے۔ وہ انٹرنیٹ پر بہت سا دینی مواد ڈال چکے ہیں، باضابطہ طور پر ایک اسلامی و اصلاحی ویب سائٹ بھی چلاتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی کا قلم رواں دواں ہے۔ وہ اب تک مختلف اہم موضوعات پر سینکڑوں مضامین اور کئی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ ان کے مضامین پوری دنیا میں بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ وہ جدید ٹکنالوجی سے بخوبی واقف ہونے کی وجہ سے اپنے مضامین اور کتابوں کو بہت جلد دنیا بھر میں ایسے ایسے لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں جن تک رسائی آسان کام نہیں ہے۔ موصوف کی شخصیت علوم دینی کے ساتھ علوم عصری سے بھی آراستہ ہے۔ وہ ایک طرف عالم دین ہیں، تو دوسری طرف ڈاکٹر و محقق بھی اور کئی زبانوں میں مہارت بھی رکھتے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ فعّال و متحرک نوجوان ہیں۔ جس طرح وہ اردو، ہندی، انگریزی اور عربی میں دینی و اصلاحی مضامین اور کتابیں لکھ کر عوام کے سامنے لا رہے ہیں، وہ اس کے لئے تحسین اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ان کی شب و روز کی مصروفیات و جدو جہد کو دیکھتے ہوئے ان سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ مستقبل میں بھی اسی مستعدی کے ساتھ مذکورہ تمام کاموں کو جاری رکھیں گے۔ میں دعا گو ہوں کہ باری تعالیٰ ان سے مزید دینی، اصلاحی اور علمی کام لے اور وہ اکابرین کے نقش قدم پر گامزن رہیں۔ آمین!

مخلص

(مولانا) محمد اسرار الحق قاسمی
ایم۔ پی۔ لوک سبھا (انڈیا)
وصدر آل انڈیا تعلیمی و ملی فاؤنڈیشن، نئی دہلی

Email:asrarulhaqqasmi@gmail.com

प्रो. अख़्तरूल वासे
आयुक्त
PROF. AKHTARUL WASEY
Commissioner

सत्यमेव जयते

भाषाजात अल्पसंख्यकों के आयुक्त
अल्पसंख्यक कार्य मंत्रालय
भारत सरकार
Commissioner for Linguistic Minorities in India
Ministry of Minority Affairs
Government of India

تقریظ

اطلاعاتی انقلاب برپا ہونے کے بعد جس طرح ہر قسم کی معلومات انٹرنیٹ کے ذریعہ آنکھوں کی دو پتلیوں میں سما گئی ہیں۔ اس نے ''گاگر میں ساگر'' اور ''کوزے میں دریا'' کے تخیلاتی تصورات کو نہ صرف حقیقت بنا دیا ہے بلکہ ان پر ہمارا انحصار روز بروز ناگزیر ہوتا جا رہا ہے۔ گوگل (Google) ہو یا وکی پیڈیا (Wikipaedia) یا پھر دوسری سوشل سائٹس انہوں نے ترسیل وابلاغ کو وہ ہمہ جہت رخ اور رفتار کی تیزی عطا کی ہے کہ فراق وفصل کے تمام تصورات بے معنیٰ ہو کر رہ گئے ہیں۔ لیکن اس اطلاعاتی انقلاب نے ایک پیچیدہ مسئلہ یہ پیدا کر دیا ہے کہ اطلاعات رسانی اور خبروں تک رسائی میں حقائق سے گریز یا ان کو مسخ کرنے کا چلن بھی اس طرح شامل ہو گیا ہے اور اس سچائی کو اسلام اور مسلمانوں سے بہتر کون جانتا ہے۔ دوسرا سنگین مسئلہ یہ ہے کہ باخبر ہونے اور معلومات حاصل کرنے کے لئے اب مطالعہ کی عادت لوگوں میں خاصی کم ہوتی جا رہی ہے۔ کیونکہ موبائیل کے روپ میں دنیا ان کی مٹھی میں سمائی رہتی ہے اور وہ سب کچھ اسی کے ذریعہ جاننا چاہتے ہیں۔ اس چیلینج اور مسئلے کے حل کے لئے ضروری ہے کہ ہم غلط بیانیوں اور حقائق کو دنیا پر آشکار کرنے کے لئے اور اپنے ہم مذہبوں خاص طور پر نئی نسل کو صحیح معلومات فراہم کرنے، انہیں رہنمائی دینے اور ان کے شعور میں بالیدگی اور پختگی لانے کے لئے اس اطلاعاتی انقلاب کے جتنے بھی وسائل وذرائع ہیں ان کا بھرپور استعمال کریں۔

مجھے خوشی ہے کہ ہمارے ایک موقر اور معتبر عالم حضرت دین مولانا محمد نجیب قاسمی نے جو از ہر ہند دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر ابنائے قدیم میں سے ہیں اور عرصہ سے مملکت سعودی عرب کی راجدھانی ریاض میں برسر کار ہیں، انہوں نے اس ضرورت کو بخوبی سمجھا اور دنیا کی پہلی اسلامی موبائیل ایپ ''دین اسلام'' اور ''حج مبرور'' اردو، انگریزی اور ہندی میں تیار کیا تھا اور اب وقت گزرنے کے ساتھ نئے سوالات کی روشنی اور علمی ضرورتوں کے تحت نئے مضامین اور نئے بیانات شامل کر کے ایک دفعہ پھر نئے انداز کے ساتھ پیش کرنے جا رہے ہیں۔ مزید برآں زندگی کے مختلف پہلوؤں پر دین کے حوالہ سے دوسو مضامین کے الیکٹرونک ایڈیشن کو بھی منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔ مجھے وقتاً فوقتاً محترم مولانا محمد نجیب قاسمی صاحب کے مقالے، الیکٹرانک مضامین اور علمی فتوحات سے استفادہ کرنے کا موقعہ ملتا رہا ہے۔ مجھے ان کے متوازن، اعتدال پسند اور عالمانہ اندازِ تحریر نے ہمیشہ متاثر کیا۔ میں مولانا نجیب قاسمی کی خدمت میں ہدیۂ تبریک وتشکر پیش کرتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان کی عمر میں درازی، علم میں اضافہ اور قلم میں مزید پختگی عطا فرمائے۔ کیونکہ:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

(پروفیسر اختر الواسع)
سابق ڈائریکٹر: ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز
سابق صدر: شعبہ اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی
سابق وائس چیرمین: اردو اکادمی، دہلی

14/11, जाम नगर हाउस, शाहजहाँ रोड, नई दिल्ली–110011
14/11, Jam Nagar House, Shahjahan Road, New Delhi-110011
Tel: (O) 011-23072651-52 Email: wasey27@gmail.com Website: www.nclm.nic.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ اَجْمَعِين۔

اَنْبِیَاء وَرُسُل

اللہ تعالیٰ نے انس وجن کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (سورہ الذاریات ۵۶) میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ عبادت کیا ہے؟ کس طرح کی جائے؟ اس کا کیا طریقہ ہونا چاہئے؟ اسی کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں میں سے بعض بندوں کو منتخب فرما کر ان کو وحی کے ذریعہ احکامات بھیجتا ہے کہ کیا کام کرنے ضروری ہیں، کیا کام کئے جاسکتے ہیں اور کن کاموں سے بچنا ہے، غرضیکہ وحی کے ذریعہ زندگی گزارنے کا طریقہ بیان کیا جاتا ہے، اسی کا نام عبادت ہے۔ ان منتخب بندوں کو جو وقت کے امام، علم وعمل کے مجسم پیکر اور تقویٰ کے علمبردار ہوتے ہیں، نبی یا رسول کہا جاتا ہے، جن کی ذمہ داری اللہ کے بندوں کو اپنے قول وعمل سے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہوتی ہے۔ ان انبیاء ورسولوں کے واقعات پڑھنے چاہئیں جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو قدر تفصیل سے بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ (سورہ یوسف ۱۱۱) انبیاء کرام کے واقعات میں عقلمندوں کے لئے یقیناً نصیحت اور عبرت ہے۔

نبی اور رسول میں کیا فرق ہے، اسکی تشریح میں علماء کے متعدد آراء واقوال ہیں، لیکن تمام

مفسرین ومفکرین اور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن وحدیث میں دونوں لفظ ایک دوسرے کے لئے استعمال ہوئے ہیں، البتہ نبی عام ہے اور رسول خاص ہے۔

نبیوں اور رسولوں کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور نبی اکرم ﷺ پر ختم ہوا، غرضیکہ نبی اکرم ﷺ رسول ہونے کے ساتھ ساتھ آخری نبی بھی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ (سورہ الاحزاب ۴۰)۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور اکرم ﷺ تک آنے والے انبیاء ورسل کی معین تعداد تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: وَرُسُلاً قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلاً لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (سورہ النساء ۱۶۴) آپ سے پہلے کے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کئے ہیں، اور بہت سے رسولوں کے نہیں بیان کئے۔۔۔ لیکن پھر بھی حضرت ابوذر غفاریؓ کی مشہور ومعروف حدیث، جسمیں ان کے سوال کرنے پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نبیوں کی کل تعداد تقریباً ایک لاکھ ۲۴ ہزار، اور رسولوں کی کل تعداد ۳۱۳/۳۱۵ ہے۔﴿ صحیح ابن حبان﴾ کی بنیاد پر لکھا گیا ہے کہ انبیاء کرام کی تعداد صحابہ کرام کی تعداد کی طرح تقریباً ایک لاکھ ۲۴ ہزار تھی (واللہ اعلم بالصواب)۔اس روایت کی سند میں بعض علماء کے نقطہ نظر میں اگرچہ کچھ ضعف موجود ہے، مگر متعدد شواہد کی بناء پر تاریخی حیثیت سے یہ حدیث قبول کی گئی ہے۔

جن نبیوں اور رسولوں کا تذکرہ قرآن کریم میں آیا ہے ان کی تعداد ۲۵ ہے، ان میں سے ۱۸ کا ذکر تو قرآن کریم (سورہ الانعام ۸۳۔۸۶) میں ایک ہی جگہ پر ہے۔جن ۲۵ انبیاء

کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے، ان کے نام یہ ہیں:

(۱) آدم علیہ السلام (۲) ادریس علیہ السلام (۳) نوح علیہ السلام (۴) ہود علیہ السلام (۵) صالح علیہ السلام (۶) ابراہیم علیہ السلام (۷) لوط علیہ السلام (۸) اسماعیل علیہ السلام (۹) اسحاق علیہ السلام (۱۰) یعقوب علیہ السلام (۱۱) یوسف علیہ السلام (۱۲) ایوب علیہ السلام (۱۳) شعیب علیہ السلام (۱۴) موسیٰ علیہ السلام (۱۵) ہارون علیہ السلام (۱۶) یونس علیہ السلام (۱۷) داؤد علیہ السلام (۱۸) سلیمان علیہ السلام (۱۹) الیاس علیہ السلام (۲۰) الیسع علیہ السلام (۲۱) زکریا علیہ السلام (۲۲) یحییٰ علیہ السلام (۲۳) عیسی علیہ السلام (۲۴) ذوالکفل علیہ السلام (اکثر مفسرین کے نزدیک) (۲۵) حضرت محمد ﷺ۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا ذکر قرآن میں (سورہ التوبہ ۳۰) میں آیا ہے، لیکن ان کے نبی ہونے میں اختلاف ہے۔ ان ۲۵ انبیاء کرام کے علاوہ تین انبیاء کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔ (۱) شیث علیہ السلام (۲) یوشع علیہ السلام (۳) خضر علیہ السلام (ان کے نبی ہونے میں اختلاف ہے)۔

ان انبیاء میں سے پانچ نبی ایک ہی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں: حضرت ابرہیم علیہ السلام، ابرہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام اور ابرہیم علیہ السلام کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام۔

جزیرۂ عرب سے تعلق رکھنے والے انبیاء: آدم علیہ السلام، ہود علیہ السلام، صالح علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، شعیب علیہ السلام اور محمد ﷺ۔

عراق سے تعلق رکھنے والے انبیاء: ادریس علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام اور یونس علیہ السلام۔

شام اور فلسطین سے تعلق رکھنے والے انبیاء: لوط علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، ذوالکفل علیہ السلام، داود علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، الیاس علیہ السلام، الیسع علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام۔

مصر سے تعلق رکھنے والے انبیاء: یوسف علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام۔

اِن ۲۵ انبیاء کرام کے قرآن کریم میں ذکر کی تقریبی تعداد:

آدم علیہ السلام: ۲۵، ادریس علیہ السلام: ۲، نوح علیہ السلام: ۴۳، ہود علیہ السلام: ۷، صالح علیہ السلام: ۹، ابراہیم علیہ السلام: ۶۹، لوط علیہ السلام: ۲۷، اسماعیل علیہ السلام: ۱۲، اسحاق علیہ السلام: ۱۷، یعقوب علیہ السلام: ۱۶، یوسف علیہ السلام: ۲۷، ایوب علیہ السلام: ۴، شعیب علیہ السلام: ۱۱، موسیٰ علیہ السلام: ۱۳۶، ہارون علیہ السلام: ۱۹، یونس علیہ السلام: ۶، داوٗد علیہ السلام: ۱۶، سلیمان علیہ السلام: ۱۷، الیاس علیہ السلام: ۳، الیسع علیہ السلام: ۲، زکریا علیہ السلام: ۸، یحییٰ علیہ السلام: ۴، عیسیٰ علیہ السلام: ۲۵، ذوالکفل علیہ السلام: ۲، محمد ﷺ: ۵ صراحت کے ساتھ

☆ قرآن میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر پانچ مرتبہ صراحت کے ساتھ ہوا ہے (محمد کا لفظ چار مرتبہ اور احمد کا لفظ ایک مرتبہ)۔ لفظ رسول اللہ، رسول اور نبی کے ساتھ آپ کا ذکر متعدد جگہوں پر آیا ہے، جبکہ بے شمار جگہوں پر آپ کو براہِ راست مخاطب کیا گیا ہے۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق کتابوں میں مذکور ہے کہ وہ جنت سے ہند کی سرزمین پر اتارے گئے۔ ہند یا مکہ مکرمہ میں مدفون ہیں۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو صاحبزادے: اسحاق علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ اِن کے بعد تمام انبیاء کرام حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے ہوئے، سوائے تمام نبیوں کے سردار حضرت محمد ﷺ کے کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

☆ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا جس کے معنی ہیں بندۂ خدا۔ ان ہی کی نسل کو نبی اسرائیل کہتے ہیں۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام قوم نوح، حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد، حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود، حضرت لوط علیہ السلام قوم لوط اور حضرت موسیٰ، ہارون، داود، سلیمان، زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام قوم بنو اسرائیل کے مختلف قبائل کی اصلاح کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام
کی زندگی کے مختصر احوال

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام تقریباً چار ہزار سال قبل عراق میں پیدا ہوئے۔

☆ ان کا والد آزر مذہبی پیشوا تھا، بت بنا کر بیچا کرتا تھا۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زمانۂ طفولت سے ہی سے بتوں کی عبادت کی مخالفت کی۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کھل کر بتوں کی مخالفت کے بعد انکو قتل کرنے اور گھر سے نکالنے کی دھمکی دی گئی۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک عبادت گاہ میں گھس کر بڑے بت کے علاوہ تمام بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا واقعہ پیش آیا، جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔۔۔اور پھر نمرود بادشاہ کے ساتھ مناظرہ ہوا۔

☆ مناظرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے منطقی جواب پر غور کرنے کے بجائے یہ شاہی فرمان جاری کیا گیا کہ اس کو جلا ڈالو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتش نمرود میں ڈالے جانے کا واقعہ پیش آیا مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ٹھنڈی ہونے کے ساتھ سلامتی اور آرام کی چیز بن گئی۔

☆ اس قوم کی بدنصیبی کی حد یہ تھی کہ اتنا بڑا معجزہ دیکھنے کے باوجود ایک آدمی بھی ایمان نہیں لایا۔

☆ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق چھوڑ کر ملک شام تشریف لے گئے۔

☆ وہاں سے فلسطین چلے گئے اور وہیں مستقل قیام فرما کر اسی کو دعوت کا مرکز بنایا۔

☆ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی حضرت سارہ کے ہمراہ مصر تشریف لے گئے۔

☆ وہاں کے بادشاہ نے حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم کی اہلیہ حضرت سارہ کی خدمت کے لئے پیش کیا۔

☆ اس وقت تک حضرت سارہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔

☆ مصر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر فلسطین واپس تشریف لے لائے۔

☆ حضرت سارہ نے خود حضرت ہاجرہ کا نکاح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کروادیا۔

☆ بڑھاپے میں حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

☆ کچھ عرصہ بعد حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ کے چٹیل میدان میں بیت اللہ کے قریب چھوڑ دیا۔

☆ جب کھانے پینے کے لئے کچھ نہ رہا تو حضرت ہاجرہ بے چین ہو کر قریب کی صفا اور مروہ پہاڑیوں پر پانی کی تلاش میں دوڑیں۔ چنانچہ پانی کا چشمہ زمزم جاری ہوا۔

☆ کچھ مدت کے بعد ایک قبیلہ بنو جرہم کا ادھر سے گزر ہوا۔ پانی کی سہولت دیکھ کر انہوں نے حضرت ہاجرہ سے قیام کی اجازت چاہی، حضرت ہاجرہ نے وہاں قیام کرنے کی

اجازت دے دی۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دکھایا گیا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کررہے ہیں۔ نبی کا خواب سچا ہوا کرتا ہے، چنانچہ اللہ کے اس حکم کی تکمیل کے لئے فوراً فلسطین سے مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ جب باپ نے بیٹے کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہیں ذبح کرنے کا حکم دیا ہے تو فرمانبردار بیٹے اسماعیل علیہ السلام کا جواب تھا: ابا جان! جو کچھ آپ کو حکم دیا جارہا ہے، اسے کرڈالئے۔ ان شاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

☆ اور پھر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تاریخ انسانی کا وہ عظیم الشان کارنامہ انجام دیا جس کا مشاہدہ نہ اس سے پہلے کبھی زمین وآسمان نے کیا، اور نہ اس کے بعد کریں گے۔ اپنے دل کے ٹکڑے کو منہ کے بل زمین پر لٹادیا، چھری تیز کی، آنکھو ں پر پٹی باندھی اور اُس وقت تک پوری طاقت سے چھری اپنے بیٹے کے گلے پر چلاتے رہے جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ صدا نہ آگئی۔ اے ابراہیم! تو نے خواب سچ کر دکھایا، ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ جنت سے ایک مینڈھا بھیج دیا گیا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کردیا۔

☆ اس عظیم امتحان میں کامیابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ دنیا میں میری عبادت کے لئے گھر تعمیر کرو۔ چنانچہ باپ بیٹے نے مل کر بیت اللہ شریف (خانہ کعبہ) کی تعمیر کی۔

☆ بیت اللہ کی تعمیر سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کردو۔ حضرت ابراہیم نے حج کا اعلان کیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا

اعلان نہ صرف اس وقت کے زندہ لوگوں تک پہونچادیا بلکہ عالم ارواح میں تمام روحوں نے بھی یہ آواز سنی، جس شخص کی قسمت میں بیت اللہ کی زیارت لکھی تھی اس نے اس اعلان کے جواب میں لبیک کہا۔

خلفاء راشدین کی زندگی کے مختصر احوال

حضور اکرم ﷺ رسالت ونبوت کی عظیم ذمہ داری کا حق کما حقہ ادا کرنے کے بعد ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری کو تقریباً ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد تقریباً ۳۰ سال یعنی ۴۰ ہجری تک حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت عثمان غنی ؓ اور حضرت علی مرتضیٰ ؓ نے خلافت کی ذمہ داریاں بخوبی انجام دیں۔ ۱۱ ہجری سے ۴۰ ہجری تک کا وقت تاریخ میں خلافت راشدہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اور ان جلیل القدر صحابہ کو خلفاء راشدین کے نام سے جانا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہی خلفاء راشدین کے متعلق ارشاد فرمایا ہے: ﴿تم میری اور میرے بعد آنے والے خلفاء راشدین کی سنت کو بہت مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو﴾۔ (ترمذی، ابوداود)

نبی اکرم ﷺ کے ارشادات: ﴿میری امت میں خلافت تیس سال تک رہے گی پھر بادشاہت ہو جائے گی﴾ (ترمذی، مسند احمد)، ﴿تمہارے دین کی ابتدا میں نبوت ورحمت ہے پھر خلافت ورحمت ہوگی، پھر بادشاہت وجبریت ہو جائے گی﴾ (سیوطیؒ) کی روشنی میں محدثین ومفکرین اور مؤرخین فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے ارشاد ﴿تم میری اور میرے بعد آنے والے خلفاء راشدین کی سنت کو بہت مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو﴾ سے مراد یہی چار خلفاء ہیں، جن کا تعلق قبیلہ قریش سے ہے۔ حضرت امیر معاویہ ؓ اور ان کے بعد یہ خلافت بادشاہت میں تبدیل ہوتی چلی گئی، اور خلیفہ نے ایک بادشاہ کی حیثیت اختیار کر لی۔ مؤرخین نے حضرت حسن بن علی ؓ کی حضرت معاویہ ؓ سے صلح سے قبل تقریباً سات ماہ کی خلافت کو بھی خلافت راشدہ میں شمار کیا ہے، کیونکہ حضرت حسن ؓ کی تقریباً ۷ ماہ کی

خلافت کو شمار کر کے ہی تیس سال مکمل ہوتے ہیں۔ بعض مؤرخین نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو حکماً پانچواں خلیفہ راشد شمار کیا ہے، کیونکہ انہوں نے چاروں خلفاء کے نقش قدم پر چل کر خلافت کی ذمہ داریاں نبھائیں۔

نبی اکرم ﷺ ی نیابت میں دین اور دنیا کے امور میں سرپرستی کرنے اور شرعی احکامات کا نفاذ کرانے کا نام خلافت ہے۔ راشد کی جمع راشدون اور راشدین آتی ہے جس کے معنی سیدھے راستے پر چلنے والے یعنی ہدایت یافتہ کے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ (خلافت ۱۱ ہجری سے ۱۳ ہجری تک):

آپؓ کا نام عبداللہ بن ابی قحافہ، کنیت ابوبکر، اور واقعہ معراج پر تصدیق کرنے سے لقب صدیق ہوا۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے روز ہی حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ ان کی تبلیغ سے بے شمار صحابہ اسلام لائے جن میں بعض اہم نام یہ ہیں: حضرت عثمان غنیؓ، حضرت زبیرؓ بن عوام، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص۔ اسلام لانے کے بعد سے موت تک پوری زندگی اعلاء کلمۃ اللہ اور احیاء اسلام میں لگا دی۔ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں آپؓ بڑی سخاوت اور فراوانی سے خرچ کرتے تھے، مثلاً بے شمار غلاموں کو خرید کر آزاد کیا، جن میں رسول اللہ کے مؤذن حضرت بلالؓ بھی ہیں۔ آپؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ سے نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد نکاح فرمایا۔ آپؓ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ کی۔ قرآن کریم کی آیت ﴿ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ﴾ (سورہ التوبہ ۴۰) میں حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی کا ذکر ہے۔ نبی اکرم

ﷺ کے حکم سے نبی اکرم ﷺ کی وفات سے قبل چند نمازیں حضرت ابوبکرؓ ہی نے امامت کر کے صحابہ کرام کو پڑھائیں۔ انتقال کے دن حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مل کر نمازِ فجر کی امامت کی۔ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام کے مشورہ سے آپ کو خلیفہ متعین کیا گیا۔ آپکی خلافت کے چند اہم کام یہ ہیں:

☆ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کو ملک شام روانہ کیا، جو افواج قیصر کو پسپا کر کے فتح یاب ہوا اور صحیح سالم واپس آیا۔

☆ مرتدین، مانعین زکوٰۃ اور داعیان نبوت سے قتال کر کے نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے تمام فتنوں کو ختم کیا۔

☆ مذکورہ فتنوں کا قلع قمع کرنے میں بے شمار حفاظ کرام شہید ہوئے، چنانچہ آپؓ نے قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرایا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ۱۳ ہجری میں انتقال ہوا، حضرت عائشہؓ کے حجرہ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپؓ کی عمر تقریباً ۶۳ سال اور خلافت ۱۱ ہجری سے ۱۳ ہجری تک دو سال تین ماہ دس دن رہی۔

حضرت عمر فاروقؓ (خلافت ۱۳ ہجری سے ۲۳ ہجری تک):

آپؓ کا نام عمر بن خطاب، کنیت ابوحفص اور لقب فاروق (حق کو باطل سے الگ کرنے والا) ہے۔ ۶ نبوت میں ۳۳ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ آپ سے قبل ۳۹ مرد اسلام قبول کر چکے تھے۔ آپؓ کے قبول اسلام پر مسلمانوں نے تکبیر بلند کی۔ آپؓ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت ملی۔ تمام غزوات میں نبی اکرم ﷺ کے ہمرکاب

رہے۔قرآن کریم اگرچہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے عہد خلافت میں جمع کیا گیا مگر یہ تجویز حضرت عمر فاروق ؓ کی ہی تھی، اور انہیں کے اصرار پر حضرت ابوبکر صدیق ؓ اس عمل کے لئے تیار ہوئے تھے۔مدینہ منورہ کی طرف ہجرت خفیہ طور پر نہیں کی بلکہ علانیہ طور پر کی۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اپنے مرض الوفات میں صحابہ کرام کے مشورہ سے حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کا خلیفہ متعین فرمایا۔بعد میں آپؓ کو امیر المؤمنین کے خطاب سے نوازا گیا۔ آپؓ کے عہد خلافت میں ملک عراق، فارس، شام اور مصر فتح ہوئے، اسلامی کیلنڈر کا افتتاح ہوا، کوفہ اور بصرہ شہر آباد کئے گئے، ماہِ رمضان میں نمازِ تراویح کا جماعت کے ساتھ اہتمام شروع ہوا، زکوٰۃ کی آمدنی کے اندراج کی غرض سے بیت المال قائم کیا گیا۔

۲۶ ذی الحجہ ۲۳ ہجری کی صبح آپؓ مسجد نبوی میں نمازِ فجر کی امامت کررہے تھے کہ فیروز نامی مجوسی المذہب غلام نے خنجر سے زخمی کیا، چار دنوں کے بعد یکم محرم الحرام ۲۴ ہجری کو انتقال فرماگئے۔ نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پہلو میں دفن ہوئے۔حضرت عمر فاروق ؓ کی خلافت دس سال، چھ ماہ اور چار دن رہی۔

حضرت عثمان غنی ؓ (خلافت ۲۴ ہجری سے ۳۵ ہجری تک):

آپؓ کا نام عثمان بن عفان، کنیت ابوعبداللہ اور ابوعمرو ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی دو صاحبزادیاں (رقیہؓ اور ام کلثومؓ) یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں، اس لئے ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ دو بار حبشہ ہجرت کی، پھر حبشہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔آپ نے اللہ کے راستہ میں بہت مال خرچ فرمایا، غزوہ تبوک کے لشکر کی تیاری کے لئے بے شمار مال واغراض عطا فرمائے۔ جنگ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں

نبی اکرم ﷺ کے ہمرکاب رہے۔حضرت عمر فاروق ؓ کی شہادت کے بعد خلیفہ بنے۔۳۵ ہجری میں ۸۲ سال کی عمر میں آپ ؓ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔آپ ؓ کی خلافت گیارہ سال، گیارہ ماہ اور تیرہ دن رہی۔ آپ کی خلافت میں تونس ملک فتح ہوا۔فتوحات کی وجہ سے اسلامی مملکت میں بہت زیادہ توسیع ہوئی،جسکی وجہ سے یہ سوچ کر کہ کہیں قرآن کریم کی قراءت میں اختلاف رونما نہ ہوجائے،آپؓ نے قرآن کریم کو ایک صحیفہ (مصحف عثمانی) میں جمع کرایا اور اس صحیفہ کے نسخے تمام ریاستوں میں ارسال کیئے،اس طرح قرآن کریم کے ایک نسخہ (مصحف عثمانی) پر امت مسلمہ متحد ہوگئی۔

حضرت علی مرتضی ؓ: (خلافت ۳۵ ہجری سے ۴۰ ہجری تک)

آپؓ کا نام علیؓ بن ابی طالب،کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے۔آپؓ نبی اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔آپؓ کی تربیت نبی اکرم ﷺ کے گھر پر ہوئی۔حضور اکرم ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے آپ کی شادی ہوئی۔آپؓ نے بچپن میں بھی کبھی بت پرستی نہیں کی تھی۔تیرہ سال سے کم کی عمر میں اسلام لائے،بچوں میں سب سے پہلے آپ ہی اسلام لائے تھے۔شب ہجرت میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر نبی اکرم ﷺ کے بستر پر سوئے۔وحی لکھنے والے چند صحابہ میں سے ایک آپؓ بھی ہیں۔جنگ تبوک کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے انہیں مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑا۔سوائے اس جنگ کے باقی تمام غزوات میں نبی اکرم ﷺ کے ہمرکاب رہے۔آپؓ کی شجاعت کے کارنامے بہت مشہور ہیں۔آپؓ کی علمی حیثیت بڑی مسلم تھی حتی کہ حضرت عمر فاروقؓ نے

ایک موقع پر فرمایا کہ حضرت علیؓ ہم سب سے بڑھ کر قاضی ہیں۔ حضرت عثمان غنی ؓ کی شہادت کے بعد صحابہ کرام نے مشورہ کے بعد آپؓ کو خلیفہ متعین کیا۔ آپؓ نے چند مصلحتوں کی وجہ سے مسلمانوں کا دارالخلافت مدینہ منورہ سے عراق کے شہر کوفہ منتقل کر دیا۔ پولس کا شعبہ بنایا۔ ۳۶ ہجری میں جنگ جمل اور ۳۷ ہجری میں جنگ صفین واقع ہوئی۔ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کی صبح کو ابن ملجم کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور کوفہ ہی میں دفن کئے گئے۔ اس طرح آپ کی کل عمر تقریباً ۶۳ سال اور آپ ؓ کی خلافت چار سال اور سات ماہ رہی۔

حضرت حسن بن علی ؓ:

آپ کا نام حسن بن علیؓ ہے، آپ کی والدہ حضرت فاطمہ ؓ ہیں جو حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی ہیں۔ رمضان ۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ اپنے نواسے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے بہت محبت کیا کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد عراق میں مسلمانوں کے اصرار پر حضرت حسنؓ نے بیعت خلافت لی۔ دوسری طرف شام میں حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ ممکن تھا کہ مسلمانوں کے درمیان ایک اور جنگ شروع ہو جائے لیکن حضرت حسنؓ انتہائی زاہد و متقی اور اللہ سے ڈرنے والے تھے، انہوں نے اپنی دوراندیشی سے مسلمانوں کو قتل عام سے بچا کر حضرت معاویہؓ کے ساتھ صلح فرمالی اور خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ ۵۰ ہجری میں ۴۷ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا، جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

خلافت راشدہ: ۱۱ ہجری سے ۴۱ ہجری تک (632-662)

خلافت بنوامیہ: ۴۱ ہجری سے ۱۳۲ ہجری تک (662-750)

خلافت بنوعباسیہ: 132 ہجری سے 656 ہجری تک (750-1258)۔

خلافت عثمانیہ: ۶۹۸ ہجری سے ۱۳۴۲ ہجری تک (1299-1924)۔

غرضیکہ ۱۹۲۴ میں تقریباً ۱۳۵۰ سال بعد مسلمانوں کی ایک مرکزی خلافت / حکومت ختم ہو گئی۔

حضرت فاطمہؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی مختصر سوانح حیات

حضرت فاطمہؓ کی ولادت:

حضرت حسنؓ وحضرت حسینؓ کی والدہ اور نبی اکرم ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہراءؓ کی ولادت' بعثت نبوی سے تقریباً پانچ سال قبل حضرت خدیجہؓ کے بطن سے مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ حضرت فاطمہؓ کی ولادت کے وقت نبی اکرم ﷺ کی عمر تقریباً ۳۵ سال تھی۔ اور یہ وہ وقت تھا جب کعبہ کی تعمیر نو ہورہی تھی۔ اسی تعمیر کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے بہترین تدبیر کے ساتھ حجر اسود کو اس کی جگہ رکھ کر باہمی جنگ کے بہت بڑے خطرے کو ٹالا تھا اور آپ ﷺ کی اس تدبیر نے عرب کے تمام قبائل میں آپ ﷺ کی عظمت واحترام میں اضافہ کردیا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کی تمام اولاد نرینہ کی وفات بالکل بچپن ہی میں ہوگئی تھی چنانچہ آپ ﷺ کے تینوں بیٹوں میں سے کوئی بھی بیٹا ۲۔۳ سال سے زیادہ باحیات نہ رہ سکا۔ چاروں بیٹیوں میں سے بھی تین کی وفات آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں ہوگئی تھی۔ حضرت فاطمہؓ کا انتقال آپ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد ہوا۔ آپ ﷺ کی چاروں بیٹیوں میں سے کوئی بھی بیٹی ۳۰ سال سے زیادہ باحیات نہ رہ سکی۔ نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے آخری سالوں میں تو رسول اللہ ﷺ کی توجہات ومحبت کا مرکز فطری طور پر حضرت فاطمہؓ بن گئی تھیں، یوں بھی وہ حضور اکرم ﷺ کی بہت ہی چہیتی بیٹی تھیں۔ آپ ﷺ کی چاروں بیٹیاں مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان (البقیع) میں مدفون ہیں۔

حضرت فاطمہؓ کی تربیت:

حضرت فاطمہ زہراءؓ نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہؓ کے زیر سایہ تربیت اور پرورش پائی۔ ابھی حضرت فاطمہؓ ۱۵ سال کی تھیں کہ ماں کی شفقت سے محروم ہوگئیں۔ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کی خصوصی تربیت فرمائی۔ نبی اکرم ﷺ کی آیا (مربیہ): حضرت ام ایمنؓ اور حضرت علیؓ کی والدہ: حضرت فاطمہؓ بنت اسد نے بھی حضرت فاطمہؓ کی تربیت اور پرورش میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ ان کے علاوہ حضرت فاطمہؓ کی بہنوں نے بھی حضرت فاطمہؓ کی ہمہ وقت دل جوئی فرمائی۔

حضرت فاطمہؓ نبی اکرم ﷺ کے مشابہ تھیں:

حضرت فاطمہؓ جس وقت چلتیں تو آپ کی چال ڈھال رسول اللہ ﷺ کے بالکل مشابہ ہوتی تھی (مسلم) اسی طرح حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ میں نے اٹھنے بیٹھنے اور عادات واطوار میں حضرت فاطمہؓ سے زیادہ کسی کو رسول اللہ ﷺ سے مشابہ نہیں دیکھا۔ (ترمذی) غرضیکہ حضرت فاطمہؓ کی چال ڈھال اور گفتگو وغیرہ میں رسول اللہ ﷺ کی جھلک نمایاں نظر آتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت:

حضرت فاطمہ زہراءؓ بچپن سے ہی رسول اللہ ﷺ کی بڑی خدمت کرتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے، قریش کے چند بدمعاشوں نے شرارت کی غرض سے اونٹ کی اوجھڑی لاکر نبی

اکرم ﷺ پر ڈال دی اور خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ کسی نے حضرت فاطمہ ؓ کو خبر دی تو وہ دوڑی دوڑی آئیں اور حضور اکرم ﷺ پر سے اوجھڑی کو اتار کر پھینکا۔

اسی طرح ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ مکہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ کسی بد بخت نے مکان کی چھت سے آپ ﷺ کے سر مبارک پر گندگی پھینک دی۔ آپ ﷺ اسی حالت میں گھر تشریف لائے۔ حضرت فاطمہ ؓ نے یہ حالت دیکھی تو رونے لگیں اور پھر سر مبارک اور کپڑوں کو دھویا۔۔

حضرت فاطمہ ؓ نہ صرف عمومی حالات میں بلکہ سخت ترین حالات میں بھی نہایت دلیری اور ثابت قدمی سے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت کرتی تھیں چنانچہ جنگ احد میں جب اللہ کے رسول ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے تھے اور پیشانی پر بھی زخم آئے تھے تو حضرت فاطمہ ؓ احد کے میدان پہونچیں اور اپنے والد محترم کے چہرے کو پانی سے دھویا اور خون صاف کیا۔ غرضیکہ حضرت فاطمہ ؓ نے اپنے والد کی خدمت کا حق ادا کیا۔

حضرت فاطمہ ؓ کی مدینہ منورہ کو ھجرت:

حضرت فاطمہ ؓ کا بچپن دین کے لئے تکلیفیں سہنے میں گزرا تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش کی ایذاؤں سے بچنے کے لئے حضرت ابوبکر ؓ کو رفیق سفر بنا کر مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ آپ ﷺ اپنے اہل وعیال کو مکہ مکرمہ میں چھوڑ گئے تھے۔ کچھ مدت کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنے اہل وعیال اور حضرت ابوبکر ؓ کے اہل وعیال کو مدینہ منورہ بلانے کا انتظام کیا۔ اس طرح حضرت فاطمہ ؓ اپنے والد کے پاس مدینہ منورہ ہجرت فرما گئیں۔

حضرت فاطمہؓ کا نکاح:

۲ھ میں غزوۂ بدر کے بعد حضور اکرم ﷺ نے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی حضرت فاطمہؓ کا نکاح اپنے چچازاد بھائی حضرت علیؓ بن ابوطالب کے ساتھ کر دیا۔

مسند احمد میں حضرت علیؓ کا واقعہ خود ان کی زبانی نقل کیا گیا ہے: جب میں نے حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے بارے میں اپنے نکاح کا پیغام دینے کا ارادہ کیا تو میں نے (دل میں) کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، پھر یہ کام کیونکر انجام پائے گا؟ لیکن اس کے بعد ہی دل میں حضور اکرم ﷺ کی سخاوت اور نوازش کا خیال آ گیا۔ لہٰذا میں نے حاضر خدمت ہو کر پیغام نکاح دے دیا، آپ ﷺ نے سوال فرمایا: تمہارے پاس (مہر میں دینے کے لئے) کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری زرہ (Shield) کہاں گئی؟ میں نے کہا: جی ہاں وہ تو ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو (فروخت کر کے مہر میں) دے دو۔

﴿وضاحت﴾: اہل سیر و مؤرخین نے تحریر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے فرمان پر حضرت علیؓ نے اپنی زرہ فروخت کی تھی جو حضرت عثمان غنیؓ نے خریدی تھی لیکن بعد میں حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت علیؓ کو یہ زرہ بطورِ ہدیہ واپس کر دی تھی۔ اِس واقعہ سے مہر کی ادائیگی کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے مہر کی ادائیگی کے لئے حضرت علیؓ کی پسندیدہ چیز کو فروخت کرا دیا تھا۔

حضرت فاطمہؓ کا مہر:

حضرت فاطمہؓ کے مہر کی مقدار کے متعلق چند روایات وارد ہوئی ہیں جن کا خلاصۂ کلام یہ ہے

کہ حضرت فاطمہؓ کا مہر ۴۰۰ درہم سے ۵۰۰ درہم کے درمیان تھا۔ درہم چاندی کا ایک سکہ ہوا کرتا تھا جو عموماً 2.975 گرام چاندی پر مشتمل ہوتا تھا۔ اگر 480 درہم والی روایت کو لیا جائے تو حضرت فاطمہؓ کا مہر (2.975 x 480) 1428 گرام چاندی ہوگا، جس کو امت مسلمہ مہر فاطمی سے جانتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

﴿وضاحت﴾: مہر عورت کا حق ہے، اس کو نکاح کے وقت متعین اور رخصتی سے قبل ادا کرنا چاہیئے۔ مہر میں حسب استطاعت درمیانہ روی اختیار کرنی چاہیئے نہ بہت کم اور نہ بہت زیادہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم میں تقریباً ۷ جگہوں پر مہر کا ذکر فرمایا ہے، لہٰذا ہمیں مہر ضرور ادا کرنا چاہیئے۔ اگر ہم بڑی رقم مہر میں ادا نہیں کر سکتے ہیں اور لڑکی کے گھر والے مہر میں بڑی رقم متعین کرنے پر بضد ہیں جیسا کہ ہمارے ملکوں میں عموماً ہوتا ہے، تو ہمیں حسب استطاعت کچھ نہ کچھ مہر ضرور نقد ادا کرنی چاہیئے (اور باقی مؤجل طے کر لیں) جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کی زرہ فروخت کرا کے مہر کی ادائیگی کرائی۔ آج ہم جہیز اور شادی کے اخراجات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں لیکن مہر کی ادائیگی جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس سے کتراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

حضرت فاطمہؓ کا جھیز:

تمام روایات کو جمع کرنے کے بعد جنت میں ساری عورتوں کی سردار کا جہیز صرف چند چیزوں پر مشتمل تھا: ۱) ایک چارپائی۔ ۲) ایک بچھونا۔ ۳) ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

۴) ایک چکی (بعض روایات میں ۲ چکیوں کا تذکرہ ہے) ۵) دو مشکیزے۔ (جس کے ذریعہ کوئیں وغیرہ سے پانی بھر کے لایا جاتا ہے)

﴾وضاحت﴿ حضرت فاطمہؓ نبی اکرم ﷺ کی سب سے زیادہ پیاری اور چہیتی صاحبزادی تھیں، ان کو نبی اکرم ﷺ نے جنت کی عورتوں کی سردار بتایا ہے، ان کی شادی کس سادگی سے نبی اکرم ﷺ نے انجام دی کہ حضرت علیؓ نے نکاح کا پیغام دیا، آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا، آپ خاموش رہیں جو رضامندی کی دلیل ہوا کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے نکاح کے پیغام کو قبول فرمالیا اور مہر متعین کر کے اسی وقت چند صحابۂ کرام کی موجودگی میں نکاح پڑھا دیا۔ چند ماہ بعد سادگی کے ساتھ رخصتی ہوگئی۔ کتب حدیث وتاریخ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو جو جہیز دیا تھا وہ درحقیقت اسی رقم سے خریدا تھا جو حضرت علیؓ نے بطور مہر ادا کی تھی۔ اور جہیز بھی انتہائی مختصر تھا جس کے لئے حضور اکرم ﷺ نے نہ کسی سے ادھار لیا اور نہ اس کی فہرست لوگوں کو دکھائی اور نہ جہیز کی چیزوں کی تشہیر کی۔

آج بیشتر لوگ جہیز میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں خواہ اس کے لئے کتنی بھی رقم ادھار لینی پڑے اور نہ چاہتے ہوئے بھی ہر شخص کسی نہ کسی حد تک اس میں مبتلا ہے جس کی اصلاح کی اشد ضرورت ہے، کیونکہ جہیز کی کثرت کی وجہ سے بے شمار لڑکے اور لڑکیاں شادی سے رکے رہتے ہیں اور سماج میں متعدد برائیاں پھیلنے کا سبب بھی جہیز ہے۔ لڑکے یا ان کے گھرانے کی طرف سے اب جہیز کے لئے متعین سامان یا پیسوں کا عموماً مطالبہ بھی ہونے لگا ہے، نیز جہیز دینے کے پیچھے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا جذبہ بھی کارفرما ہوتا ہے خواہ اس

کے لئے ناجائز طریقوں سے مال حاصل کر کے ہی خرچ کرنا پڑے، جو جائز نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس مہلک بیماری سے حفاظت فرمائے۔آمین۔

حضرت فاطمہؓ کی رخصتی:

حضرت فاطمہؓ کی رخصتی صرف اس طرح ہوئی کہ حضرت ام ایمنؓ کے ساتھ نبی اکرم ﷺ نے ان کو دولہا کے گھر بھیج دیا۔ یہ دونوں جہاں میں سب سے افضل بشر کی صاحبزادی کی رخصتی تھی جس میں نہ دھوم دھام نہ پالکی اور نہ روپیوں کی بکھیر، نہ حضرت علیؓ گھوڑے پر سوار ہوئے، نہ حضرت علیؓ نے بارات چڑھائی، نہ آتش بازی کے ذریعے اپنا مال پھونکا۔ دونوں طرف سے سادگی سے کام لیا گیا، قرض ادھار لے کر کوئی کام نہیں کیا گیا۔۔آج ہم سب حضور اکرم ﷺ سے محبت کے دعوے کرتے ہیں لیکن ان کی اتباع اور اقتداء میں اپنی اور خاندان کی ذلت اور عار سمجھتے ہیں۔

ولیمہ: حضرت علیؓ نے دوسرے روز (مختصر) اپنا ولیمہ کیا جس میں سادگی کے ساتھ جو میسر آیا کھلا دیا۔ ولیمہ میں جو کی روٹی، کھجوریں، حریرہ، پنیر اور گوشت تھا۔ (سیرت سرور کونین۔مفتی محمد عاشق الٰہی مدنیؒ)

کام کی تقسیم: حضرت علیؓ کے پاس کوئی خادم یا خادمہ نہیں تھی، اس لئے حضور اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان کام کو اس طرح تقسیم کر دیا تھا کہ حضرت فاطمہؓ گھر کے اندر کے کام کیا کرتی تھیں مثلاً چکی سے آٹا پیسنا، آٹا گوندھنا، کھانا پکانا اور گھر کی صفائی وغیرہ اور حضرت علیؓ گھر سے باہر کے کام انجام دیا کرتے تھے۔ (زاد المعاد)

تسبیح فاطمی:

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں کچھ غلام اور باندیاں آئیں تو حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو مشورہ دیا کہ اس موقع پر تم حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں جا کر ایک خادمہ کا مطالبہ کرو، جو تمہاری گھریلو ضروریات میں تمہارے ساتھ تعاون کر سکے۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ اسی غرض سے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اُس وقت آپ ﷺ کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر تھے، اس لئے حضرت فاطمہؓ واپس آ گئیں۔ بعد میں حضور اکرم ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے تو اس وقت حضرت علیؓ بھی موجود تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ فاطمہؓ تم اُس وقت مجھ سے کیا کہنا چاہتی تھیں؟ حضرت فاطمہؓ تو حیا کی بنا پر خاموش رہیں، لیکن حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! چکی پیسنے کی وجہ سے فاطمہؓ کے ہاتھوں میں چھالے اور مشکیزہ اٹھانے کی وجہ سے جسم پر نشان پڑ گئے ہیں۔ اس وقت آپ ﷺ کے پاس کچھ خادم ہیں تو میں نے ہی ان کو مشورہ دیا تھا کہ یہ آپ ﷺ سے ایک خادم طلب کرلیں تا کہ اس مشقت سے بچ سکیں۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ اے فاطمہ! کیا تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتا دوں جو تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔ جب تم رات کو سونے لگو تو ۳۳ مرتبہ **سبحان اللہ**، ۳۳ مرتبہ **الحمد للہ** اور ۳۴ مرتبہ **اللہ اکبر** پڑھ لیا کرو۔ (ابوداود ج ۲ ص ۶۴)

غرضیکہ آپ ﷺ نے اپنی چہیتی بیٹی کو خادم یا خادمہ نہیں دی بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کا بہترین بدلہ یعنی تسبیحات عطا فرمائیں، ان تسبیحات کو امت مسلمہ تسبیح فاطمی کے نام سے جانتی ہے۔

حضرت فاطمہؓ کے بعض فضائل ومناقب:

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت فاطمہؓ کے رنج سے مجھے رنج ہوتا ہے اور اس کی تکلیف سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ (مسلم)

☆ حضور اکرم ﷺ جب سفر میں تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہؓ سے مل کر روانہ ہوتے تھے اور جب واپس تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ (مشکوۃ)

☆ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا کہ بے شک یہ فرشتہ ہے جو زمین پر آج کی اس رات سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا، اپنے رب سے اجازت لے کر مجھے سلام کرنے اور یہ بشارت دینے کے لئے آیا ہے کہ یقیناً حضرت فاطمہؓ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حضرت حسنؓ وحضرت حسینؓ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (مشکوۃ)

حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ:

حضرت فاطمہ زہراءؓ کو حضور اکرم ﷺ کی وفات کا بہت شدید رنج ہوا تھا، چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی تدفین کے بعد انہوں نے خادم رسول ﷺ حضرت انسؓ سے ایسی بات کہی تھی جس سے اُن کے دلی کرب و بے چینی کا اظہار ہوتا ہے اور جو اُن کے دلی غم کی عکاسی

کرتا ہے۔حضرت فاطمہؓ نے فرمایا: اے انسؓ! رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر پر مٹی ڈالنا تم لوگوں نے کس طرح گوارا کر لیا۔ (مشکوۃ ص ۵۴۷)

حضرت فاطمہؓ کی والدہ حضرت خدیجہؓ، تین بہنیں اور تمام چھوٹے بھائی حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں ہی وفات پا گئے تھے۔اور پھر آخر میں آپ کو بہت چاہنے والے باپ کی وفات ہوگئی، باپ کی وفات پر جتنا بھی رنج ہوا ہو کم ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے انتقال پر اگرچہ حضرت فاطمہؓ نے پورے صبر وضبط کا مظاہرہ کیا، لیکن پھر بھی حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ بہت مغموم رہا کرتی تھیں چنانچہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ صرف ۶ ماہ ہی باحیات رہ سکیں۔

حضرت فاطمہؓ کی اولاد:

حضرت فاطمہؓ کے بطن سے تین صاحبزادے حسنؓ، حسینؓ اور محسنؓ اور دو صاحبزادیاں زینبؓ اور ام کلثومؓ پیدا ہوئیں۔حضرت محسنؓ کا انتقال بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے ذریعہ ان کے نانا محترم حضور اکرم ﷺ کا سلسلۂ نسب چلا۔حضور اکرم ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ کی صاحبزادی سے جو نسل چلی وہ آپ ﷺ کی نسل سمجھی گئی ورنہ قاعدہ یہ ہے کہ انسان کی نسل اس کے بیٹوں سے چلتی ہے۔

حضرت فاطمہؓ کی وفات:

نبی اکرم ﷺ کی وفات کے تقریباً چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ چند روز کی علالت کے بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ ہجری کو بعد نماز مغرب ۲۹ سال کی عمر میں انتقال فرما گئیں اور عشاء کی نماز کے بعد دفن کر دی گئیں۔

فاتح سندھ محمد بن قاسمؒ
کی زندگی کے مختصر احوال

محمد بن قاسمؒ طائف میں ثقفی قبیلہ کے ایک مشہور خاندان کے یہاں ۷۲ ہجری میں پیدا ہوئے (آپ تابعین میں سے تھے)۔ عبدالملک بن مروان کے زمانہ خلافت ۷۵ ہجری میں حجاج بن یوسف کو مشرقی ریاستوں (عراق) کا حاکم اعلیٰ متعین کیا گیا۔ حجاج بن یوسف نے اپنے چچا قاسم کو بصرہ شہر کا والی متعین کیا۔ محمد بن قاسمؒ اپنے والد کے ساتھ طائف سے بصرہ منتقل ہو گئے، اور وہیں تعلیم و تربیت پائی۔ حجاج بن یوسف نے اپنے خاص فوجیوں کی ٹریننگ کے لئے واسط شہر بسایا۔ اس شہر میں محمد بن قاسمؒ کی فوجی تربیت ہوئی۔ چنانچہ صرف ۱۷ سال کی عمر میں محمد بن قاسمؒ ایک فوجی کمانڈر کی حیثیت سے سامنے آئے۔

محمد بن قاسمؒ سندھ کے متعلق بہت سنا کرتے تھے۔ خلفاء راشدین کے زمانے میں بھی اس علاقہ میں جنگیں ہوئیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد خلافت ۴۰ ہجری میں مکران علاقہ پر فتح حاصل ہوئی۔

۸۸ ہجری میں جزیرہ یاقوت (سیلان) کے بادشاہ نے عربوں سے اچھے تعلق قائم کرنے کے لئے ایک جہاز عراق کے لئے روانہ کیا، جسمیں یتیم اور بیوہ مسلم عورتیں سوار تھیں۔ جب یہ جہاز سندھ کے بندرگاہ (دیبل) سے گزرا تو سندھ کے کچھ لوگوں نے اس جہاز کو لوٹ لیا۔ حجاج بن یوسف نے سندھ کے بادشاہ سے جہاز اور مسلم عورتوں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ مگر اس نے رہائی کرنے سے انکار کر دیا۔ حجاج بن یوسف نے دو مرتبہ لشکر کشائی کی، مگر ناکامی ہوئی۔ جب حجاج بن یوسف کو یقین ہو گیا کہ مسلم عورتیں اور فوج کے جوان دیبل کی جیلوں

میں بند ہیں، اور سندھ کا بادشاہ عربوں سے دشمنی کی وجہ سے ان کو چھوڑ نا نہیں چاہتا ہے، تو حجاج بن یوسف نے سندھ کے تمام علاقوں کو فتح کرنے کے لئے ۹۰ ہجری میں ایک بڑے لشکر کو محمد بن قاسمؒ کی قیادت میں سندھ روانہ کیا۔ محمد بن قاسمؒ نے صرف ۲ سال میں اللہ کے فضل و کرم سے ۹۲ ہجری تک سندھ کے بے شمار علاقے فتح کر لئے۔ ۹۲ ہجری میں سندھ کے راجہ داہر کی قیادت میں سندھی فوج سے فیصلہ کن جنگ ہوئی، جسمیں سندھ کا راجہ مارا گیا، اور محمد بن قاسمؒ کی قیادت میں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ غرض صرف ۲۰ سال کی عمر میں محمد بن قاسمؒ فاتح سندھ بن گئے۔ ۹۵ ہجری تک سندھ کے دیگر علاقے حتی کے پنجاب کے بعض علاقے محمد بن قاسمؒ کی قیادت میں مسلمانوں نے فتح کر لئے۔

محمد بن قاسمؒ نے سندھ پر فتح حاصل کرنے کے بعد جونہی ہند (موجودہ ہندوستان) کی حدود میں داخل ہونے کا ارادہ کیا، نئے بادشاہ سلیمان بن عبدالملک کا حکم پہونچا کہ فوراً عراق واپس آ جاؤ۔ ولید بن عبدالملک کے بعد سلیمان بن عبدالملک خلیفہ بنے۔ نئے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک اور محمد بن قاسمؒ کے خاندان کے ساتھ تعلقات اچھے نہیں رہے۔ محمد بن قاسمؒ کو یقین تھا کہ میرا عراق واپس جانا موت کو دعوت دینا ہے۔ سندھ کے لوگوں اور فوج کے ذمہ داروں نے محمد بن قاسمؒ کو واپس جانے سے منع کیا۔ لیکن محمد بن قاسمؒ نے خلیفہ کے حکم کی نافرمانی کرنے سے انکار کیا اور عراق واپس گئے۔ سلیمان بن عبدالملک نے بغض و عناد میں محمد بن قاسمؒ کو جیل میں بند کر دیا۔ مختلف طرح سے تکلیفیں دیں۔ غرض ۹۵ ہجری میں فاتح سندھ محمد بن قاسمؒ صرف ۲۳ سال کی عمر میں اللہ کو پیارا ہو گیا۔

امام ابوحنیفہؒ (۸۰ھ-۱۵۰ھ) حیات اور کارنامے

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مختصر حالاتِ زندگی:

آپ کا اسم گرامی نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہے۔ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں عراق کے کوفہ شہر میں ہوئی۔ آپ فارسی النسل تھے۔ آپ کے والد کا نام ثابت تھا اور آپ کے دادا نعمان بن مرزبان کابل کے اعیان واشراف میں بڑی فہم وفراست کے مالک تھے۔ آپ کے پردادا مرزبان فارس کے ایک علاقہ کے حاکم تھے۔ آپ کے والد حضرت ثابتؒ بچپن میں حضرت علیؓ کی خدمت میں لائے گئے تو حضرت علیؓ نے آپ اور آپ کی اولاد کے لئے برکت کی دعا فرمائی جو ایسی قبول ہوئی کہ امام ابوحنیفہؒ جیسا عظیم محدث وفقیہ اور خداترس انسان پیدا ہوا۔ آپ نے زندگی کے ابتدائی ایام میں ضروری علم کی تحصیل کے بعد تجارت شروع کی لیکن آپ کی ذہانت کو دیکھتے ہوئے علم حدیث کی معروف شخصیت شیخ عامر شعبی کوفیؒ (۱۷ھ-۱۰۴ھ)، جنہیں پانچ سو سے زیادہ اصحاب رسول کی زیارت کا شرف حاصل ہے، نے آپ کو تجارت چھوڑ کر مزید علمی کمال حاصل کرنے کا مشورہ دیا چنانچہ آپ نے امام شعبی کوفیؒ کے مشورہ پر علم کلام، علم حدیث اور علم فقہ کی طرف توجہ فرمائی اور ایسا کمال پیدا کیا کہ علمی وعملی دنیا میں امام اعظم کہلائے۔ آپ نے کوفہ، بصرہ اور بغداد کے بے شمار شیوخ سے علمی استفادہ کرنے کے ساتھ حصول علم کے لئے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور ملک شام کے متعدد اسفار کئے۔

ایک وقت ایسا آیا کہ عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کو ملک کے قاضی

ہونے کا مشورہ دیا لیکن آپ نے معذرت چاہی تو وہ اپنے مشورہ پر اصرار کرنے لگا چنانچہ آپ نے صراحۃً انکار کر دیا اور قسم کھالی کہ وہ یہ عہدہ قبول نہیں کر سکتے، جس کی وجہ سے ۱۴۶ ہجری میں آپ کو قید کر دیا گیا۔ امام صاحب کی علمی شہرت کی وجہ سے قید خانہ میں بھی تعلیمی سلسلہ جاری رہا اور امام محمدؒ جیسے محدث وفقیہ نے جیل میں ہی امام ابوحنیفہؒ سے تعلیم حاصل کی۔ امام ابوحنیفہؒ کی مقبولیت سے خوفزدہ خلیفۂ وقت نے امام صاحبؒ کو زہر دلوادیا۔ جب امام صاحبؒ کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو سجدہ کیا اور اسی حالت میں وفات پاگئے۔ تقریباً پچاس ہزار افراد نے نمازِ جنازہ پڑھی، بغداد کے خیزران قبرستان میں دفن کئے گئے۔ ۳۷۵ھ میں اس قبرستان کے قریب ایک بڑی مسجد "جامع الامام الاعظم" تعمیر کی گئی جو آج بھی موجود ہے۔ غرض ۱۵۰ھ میں صحابہ و بڑے بڑے تابعین سے روایت کرنے والا ایک عظیم محدث وفقیہ دنیا سے رخصت ہوگیا اور اس طرح صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے خوف سے قاضی کے عہدہ کو قبول نہ کرنے والے نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا تا کہ خلیفۂ وقت اپنی مرضی کے مطابق کوئی فیصلہ نہ کرا سکے جس کی وجہ سے مولاءِ حقیقی ناراض ہو۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت:

مفسر قرآن شیخ جلال الدین سیوطی شافعی مصریؒ (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے اپنی کتاب "تبییض الصحیفة فی مناقب الامام ابی حنیفةؒ " میں بخاری ومسلم ودیگر کتب حدیث میں وارد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال: {{{ اگر ایمان ثریا ستارے کے قریب بھی ہوگا تو اہل فارس میں سے بعض لوگ اس کو حاصل کر لیں گے۔ (بخاری) اگر ایمان ثریا ستارے

کے پاس بھی ہوگا تو اہل فارس میں سے ایک شخص اس میں سے اپنا حصہ حاصل کرلے گا۔ (مسلم) اگر علم ثریا ستارے پر بھی ہوگا تو اہل فارس میں سے ایک شخص اس کو حاصل کرلے گا۔ (طبرانی) اگر دین ثریا ستارہ پر بھی معلق ہوگا تو اہل فارس میں سے کچھ لوگ اس کو حاصل کرلیں گے۔ (طبرانی) }}} ذکر کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ نے امام ابوحنیفہؒ (شیخ نعمان بن ثابتؒ) کے بارے میں ان احادیث میں بشارت دی ہے اور یہ احادیث امام صاحب کی بشارت وفضیلت کے بارے میں ایسی صریح ہیں کہ ان پر مکمل اعتماد کیا جاتا ہے۔ شیخ ابن حجر الهیتمی المکی الشافعیؒ (۹۰۹ھ۔۹۷۳ھ) نے اپنی مشہور ومعروف کتاب "الخیرات الحسان فی مناقب امام ابی حنیفه" میں تحریر کیا ہے کہ شیخ جلال الدین سیوطیؒ کے بعض تلامذہ نے فرمایا اور جس پر ہمارے مشائخ نے بھی اعتماد کیا ہے کہ ان احادیث کی مراد بلاشبہ امام ابوحنیفہؒ ہیں اس لئے کہ اہل فارس میں ان کے معاصرین میں سے کوئی بھی علم کے اس درجہ کو نہیں پہنچا جس پر امام صاحب فائز تھے۔

﴿وضاحت﴾: ان احادیث کی مراد میں اختلاف رائے ہوسکتا ہے مگر عصر قدیم سے عصر حاضر تک ہر زمانہ کے محدثین وفقہاء وعلماء کی ایک جماعت نے تحریر کیا ہے کہ ان احادیث سے مراد حضرت امام حنیفہؒ ہیں۔ علماء شوافعؒ نے خاص طور پر اس قول کو مدلل کیا ہے جیسا کہ شافعی مکتبۂ فکر کے دو مشہور جید علماء ومفسر قرآن کے اقوال ذکر کئے گئے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (جو فن حدیث کے امام شمار کئے جاتے ہیں) سے جب امام ابوحنیفہؒ

کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحابۂ کرام کی ایک جماعت کو پایا، اس لئے کہ وہ ۸۰ ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہاں صحابۂ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن اوفیٰؓ موجود تھے، ان کا انتقال اس کے بعد ہوا ہے۔ بصرہ میں حضرت انس بن مالکؓ تھے اور ان کا انتقال ۹۰ یا ۹۳ ہجری میں ہوا ہے۔ ابن سعدؒ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ کہا جائے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے اور وہ طبقہ تابعین میں سے ہیں۔ نیز حضرت انس بن مالکؓ کے علاوہ بھی اس شہر میں دیگر صحابۂ کرام اس وقت حیات تھے۔

شیخ محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعیؒ نے "عقود الجمان فی مناقب الامام ابی حنیفہؒ" کے نویں باب میں ذکر کیا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اس زمانہ میں پیدا ہوئے جس میں صحابۂ کرام کی کثرت تھی۔

اکثر محدثین (جن میں امام خطیب بغدادیؒ، علامہ نوویؒ، علامہ ابن حجرؒ، علامہ ذہبیؒ، علامہ زین العابدین سخاویؒ، حافظ ابونعیم اصبہانیؒ، امام دار قطنیؒ، حافظ ابن عبدالبرؒ اور علامہ ابن الجوزیؒ کے نام قابل ذکر ہیں) کا یہی فیصلہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔

محدثین و محققین کی تشریح کے مطابق صحابی کے لئے حضور اکرم ﷺ سے روایت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ دیکھنا بھی کافی ہے۔ اسی طرح تابعی کا معاملہ ہے کہ تابعی کہلانے کے لئے صحابی رسول سے روایت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ صحابی کا دیکھنا بھی کافی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے تو صحابۂ کرام کی ایک جماعت کو دیکھنے کے علاوہ بعض صحابۂ کرام خاص کر

حضرت انس بن مالک ؓ سے احادیث روایت بھی کی ہیں۔

غرضیکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں اور آپ کا زمانہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ ہے اور یہ وہ زمانہ ہے جس دور کی امانت و دیانت اور تقویٰ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم (سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۰۰) میں فرمایا ہے۔ نیز نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق یہ بہترین زمانوں میں سے ایک ہے۔ علاوہ ازیں حضور اکرم ﷺ نے اپنی حیات میں ہی حضرت امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بشارت دی تھی، جیسا کہ بیان کیا جا چکا، جس سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کی تابعیت اور فضیلت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

صحابۂ کرام سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی روایات:

امام ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مقری شافعیؒ (متوفی ۴۷۸ھ) نے ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے جس میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی مختلف صحابۂ کرام سے روایات نقل کی ہے۔

(۱) حضرت انس بن مالک ؓ (۲) حضرت عبداللہ بن جزاء الزبیدی ؓ (۳) حضرت جابر بن عبداللہ ؓ (۴) حضرت معقل بن یسار ؓ (۵) حضرت واثلہ بن الاسقع ؓ (۶) حضرت عائشہ بنت عجرد ؓ۔

وضاحت: محدثین کی ایک جماعت نے ۸ صحابۂ کرام سے امام ابوحنیفہؒ کا روایت کرنا ثابت کیا ہے، البتہ بعض محدثین نے اس سے اختلاف کیا ہے مگر امام ابوحنیفہؒ کے تابعی ہونے پر جمہور محدثین کا اتفاق ہے۔

فقهاء ومحدثین کی بستی۔ شهر کوفه:

حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد خلافت میں ملک عراق فتح ہونے کے بعد حضرت سعد بن ابی

وقاصؓ نے آپ کی اجازت سے ۱۷ ہجری میں کوفہ شہر بسایا، قبائل عرب میں سے فصحاء کو آباد کیا گیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو وہاں بھیجا تاکہ وہ قرآن وسنت کی روشنی میں لوگوں کی رہنمائی فرمائیں۔ صحابۂ کرام کے درمیان حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی علمی حیثیت مسلّم تھی، خود صحابۂ کرام بھی مسائل شرعیہ میں ان سے رجوع فرماتے تھے۔ ان کے متعلق حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کتب حدیث میں موجود ہیں: ابن ام عبد (یعنی عبداللہ بن مسعودؓ) کے طریق کو لازم پکڑو۔۔۔۔ جو قرآن پاک کو اُس انداز میں پڑھنا چاہے جیسا نازل ہوا تھا تو اُس کو چاہئے کہ ابن ام عبد (یعنی عبداللہ بن مسعودؓ) کی قرات کے مطابق پڑھے۔۔۔۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں فرمایا کہ وہ علم سے بھرا ہوا ایک ظرف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں اہل کوفہ کو قرآن وسنت کی تعلیم دی۔ حضرت علی مرتضیٰؓ کے عہد خلافت میں جب دارالخلافت کوفہ منتقل کر دیا گیا تو کوفہ علم کا گہوارہ بن گیا۔ صحابۂ کرام اور تابعین عظام کی ایک جماعت خاص کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے شاگردوں نے اس بستی کو علم وعمل سے بھر دیا۔ صحابۂ کرام کے درمیان فقیہ کی حیثیت رکھنے والے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علمی ورثہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مشہور استاذ شیخ حمادؒ اور مشہور تابعین شیخ ابراہیم نخعیؒ وشیخ علقمہؒ کے ذریعہ امام ابوحنیفہؒ تک پہونچا۔ شیخ حمادؒ صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ کے بھی سب سے قریب اور معتمد شاگرد ہیں۔ شیخ حمادؒ کی صحبت میں امام ابوحنیفہؒ ۱۸ سال رہے اور شیخ حمادؒ کے انتقال کے بعد کوفہ میں ان کی مسند پر امام ابوحنیفہؒ کو ہی بٹھایا گیا۔ غرضیکہ امام ابوحنیفہؒ حضرت

عبداللہ بن مسعودؓ کے علمی ورثہ کے وارث بنے۔اسی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایات اوران کے فیصلہ کو ترجیح دیتے ہیں، مثلاً کتب احادیث میں وارد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایات کی بناء پر امام ابوحنیفہؒ نے نماز میں رکوع سے قبل وبعد رفع یدین نہ کرنے کوراجح قرار دیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہدِ خلافت میں تدوینِ حدیث اورامام ابوحنیفہؒ:

خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (۶۱ھ-۱۰۱ھ) کے خاص اہتمام سے وقت کے دو جید محدث شیخ ابوبکر بن الحزمؒ (متوفی ۱۲۰ھ) اور محمد بن شہاب زہریؒ (متوفی ۱۲۵ھ) کی زیر نگرانی احادیث رسول کو کتابی شکل میں جمع کیا گیا۔اب تک یہ احادیث منتشر حالتوں میں زبانوں اور سینوں میں محفوظ چلی آرہی تھیں۔اسلامی تاریخ میں ان ہی دونوں محدث کو حدیث کا مدوّن اوّل کہا جاتا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں عمومی طور پر احادیث لکھنے سے منع فرمادیا تھا تاکہ قرآن وحدیث ایک دوسرے سے مل نہ جائیں، البتہ بعض فقہاء صحابہ (جنہیں قرآن وحدیث کی عبارتوں کے درمیان فرق معلوم تھا) کو نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں بھی احادیث لکھنے کی محدود اجازت تھی۔خلفاء راشدین کے عہد میں جب قرآن کریم تدوین کے مختلف مراحل سے گزر کر ایک کتابی شکل میں امت مسلمہ کے ہر فرد کے پاس پہونچ گیا تو ضرورت تھی کہ قرآن کریم کے سب پہلے مفسر وخاتم النبیین وسید المرسلین حضور اکرم ﷺ کی احایث کو بھی مدون کیا جائے، چنانچہ احادیث رسول کا مکمل ذخیرہ جو منتشر اوراق اور زبانوں پر جاری تھا، انتہائی احتیاط کے ساتھ حضرت عمر بن

عبدالعزیزؒ کی عہد خلافت (۹۹ھ۔۱۰۱ھ) میں مرتب کیا گیا۔احادیث نبویہ کے اس ذخیرہ کی سند میں عموماً دو راوی تھے ایک صحابی اور تابعی۔ان احادیث کے ذخیرہ میں ضعیف یا موضوع ہونے کا احتمال بھی نہیں تھا۔نیز یہ وہ مبارک دور تھا جس میں اسماء الرجال کے علم کا وجود بھی نہیں آیا تھا اور نہ اس کی ضرورت تھی کیونکہ حدیث رسول بیان کرنے والے صحابۂ کرام اور تابعین عظام یا پھر تبع تابعین حضرات تھے اور ان کی امانت و دیانت اور تقویٰ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم (سورۂ التوبہ آیت نمبر ۱۰۰) میں فرمایا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کو انہیں احادیث کا ذخیرہ ملا تھا، چنانچہ انہوں نے قرآن اور احادیث کے اس ذخیرہ سے استفادہ فرما کے امت مسلمہ کو اس طرح مسائل شرعیہ سے واقف کرایا کہ ۱۳۰۰ سال گزر جانے کے بعد بھی تقریباً ۷۵ فیصد امت مسلمہ اس پر عمل پیرا ہے اور ایک ہزار سال سے امت مسلمہ کی اکثریت امام ابوحنیفہؒ کی تفسیر وتشریح اور وضاحت و بیان پر ہی عمل کرتی چلی آرہی ہے۔امام ابوحنیفہؒ کو احادیث رسول صرف دو واسطوں (صحابی اور تابعی) سے ملی ہیں بلکہ بعض احادیث امام ابوحنیفہؒ نے صحابۂ کرام سے براہ راست بھی روایت کی ہیں۔دو واسطوں سے ملی احادیث کو احادیث ثنائی کہا جاتا ہے جو سند کے اعتبار سے حدیث کی اعلیٰ قسم شمار ہوتی ہے۔بخاری و دیگر کتب حدیث میں ۲ واسطوں کی کوئی بھی حدیث موجود نہیں ہے، ۳ واسطوں والی یعنی احادیث ثلاثیات بخاری میں صرف ۲۲ ہیں، ان میں سے ۲۰ احادیث امام بخاریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں سے روایت کی ہیں۔

۸۰ھ سے ۱۵۰ھ تک اسلامی حکومت اور امام ابوحنیفہؒ:

امام ابوحنیفہؒ کی ولادت ۸۰ ہجری میں اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دور حکومت میں

ہوئی، جس کا انتقال ۸۶ ہجری میں ہوا، اس کے بعد اس کا بیٹا ولید بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ ۱۰ سال حکمرانی کے بعد ۹۶ھ میں اس کا بھی انتقال ہو گیا پھر اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک جانشین بنا۔ ۳ سال کی حکمرانی کے بعد ۹۹ھ میں یہ بھی رخصت ہوا لیکن سلیمان بن عبدالملک نے اپنی وفات سے قبل حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اپنا جانشین مقرر کر کے ایسا کارنامہ انجام دیا جس کو تاریخ کبھی نہیں بھلا سکتی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور خلافت (۹۹ھ۔۱۰۱ھ) اگرچہ نہایت مختصر رہا مگر خلافت راشدہ کا زمانہ لوگوں کو یاد آ گیا حتی کہ رعایا میں ان کا لقب خلیفۂ خامس (پانچواں خلیفہ) قرار پایا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ خلافت میں امام ابوحنیفہؒ کی عمر (۱۹۔۲۱) سال تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے کارناموں میں ایک اہم کارنامہ تدوین حدیث ہے جسکی تدوین کا مختصر بیان گزر چکا غرضیکہ تدوین حدیث کا اہم دور امام ابوحنیفہؒ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اسلامی دور کی دو بڑی حکومتوں (بنوامیہ اور بنوعباس) کو پایا۔ خلافت بنوامیہ کے آخری دور میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا حکمرانوں سے اختلاف ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے آپ مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہیں سات سال رہے۔ خلافت بنوعباس کے قیام کے بعد آپ پھر کوفہ تشریف لے آئے۔ عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور حکومت کی مضبوطی اور پائیداری کے لئے امام ابوحنیفہؒ کی تائید ونصرت چاہتا تھا، جس کے لئے اس نے ملک کا خاص عہدہ پیش کیا مگر آپ نے حکومتی معاملات میں دخل اندازی سے معذرت چاہی کیونکہ حکمرانوں کے اغراض ومقاصد سے امام ابوحنیفہؒ اچھی طرح واقف تھے۔ اسی وجہ سے ۱۴۶ ہجری میں آپ کو جیل میں قید کر دیا گیا، لیکن جیل میں بھی آپ کی مقبولیت میں کمی نہیں آئی اور وہاں بھی آپ نے قرآن

وحدیث اور فقہ کی تعلیم جاری رکھی چنانچہ امام محمدؒ نے جیل میں ہی آپ سے تعلیم حاصل کی۔ حکمرانوں نے اس پر ہی بس نہیں کیا بلکہ روزانہ ۲۰ کوڑوں کی سزا بھی مقرر کی (خطیب البغدادی ج ۱۳ ص ۳۲۸)۔ ۱۵۰ھ میں امام صاحبؒ دارِ فانی سے دار بقاء کی طرف کوچ کر گئے۔ امام احمد بن حنبلؒ امام ابوحنیفہؒ کے آزمائشی دور کو یاد کر کے رویا کرتے تھے اور ان کے لئے دعاء رحمت کیا کرتے تھے۔ (الخیرات الحسان ج ۱ ص ۵۹)

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور علمِ حدیث:

امام ابوحنیفہؒ سے احادیث کی روایت کتب حدیث میں کثرت سے نہ ہونے کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ تأثر پیش کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی علم حدیث میں مہارت کم تھی حالانکہ غور کریں کہ جس شخص نے صرف بیس سال کی عمر میں علم حدیث پر توجہ دی ہو، جس نے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا بہترین زمانہ پایا ہو، جس نے صرف ایک یا دو واسطوں سے نبی اکرم ﷺ کی احادیث سنی ہوں، جس نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر فقیہ صحابی کے شاگردوں سے ۱۸ سال تربیت حاصل کی ہو، جس نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا عہد خلافت پایا ہو جو تدوین حدیث کا سنہری دور رہا ہے، جس نے کوفہ، بصرہ، بغداد، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور ملک شام کے ایسے اساتذہ سے احادیث پڑھی ہو جو اپنے زمانے کے بڑے بڑے محدث رہے ہوں، جس نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ہزاروں مسائل کا استنباط کیا ہو، قرآن وحدیث کی روشنی میں کئے گئے جس کے فیصلے کو ہزار سال کے عرصہ سے زیادہ امت مسلمہ نیز بڑے بڑے علماء ومحدثین ومفسرین تسلیم کرتے چلے آئے ہوں، جس نے فقہ کی تدوین میں اہم رول ادا کیا ہو، جو صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علمی

وارث بنا ہو، جس نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے فقہاء صحابہ کے شاگردوں سے علمی استفادہ کیا ہو، جس کے تلامذہ بڑے بڑے محدث، فقیہ اور امام وقت بنے ہوں تو اس کے متعلق ایسا تأثر پیش کرنا صرف اور صرف بغض وعناد اور علم کی کمی کا نتیجہ ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت عمر فاروق ؓ اور حضرت عثمان غنی ؓ کے متعلق کہے کہ ان کو علم حدیث سے معرفت کم تھی کیونکہ ان سے گنتی کی چند احادیث' کتب احادیث میں مروی ہیں ۔ حالانکہ ان حضرات کا کثرت روایت سے اجتناب دوسرے اسباب کی وجہ سے تھا جس کی تفصیلات کتب میں موجود ہیں ۔ غرضیکہ امام ابوحنیفہؒ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم محدث بھی تھے۔

امام ابوحنیفہؒ اور حدیث کی مشہور کتابیں:

احادیث کی مشہور کتابیں (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی، بیہقی، مسند ابن حبان، مسند احمد بن حنبل وغیرہ) امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے تقریباً ۱۵۰ سال بعد تحریر کی گئی ہیں۔ ان مذکورہ کتابوں کے مصنفین امام ابوحنیفہؒ کی حیات میں موجود ہی نہیں تھے، ان میں سے اکثر امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ مشہور کتب حدیث کی تصنیف سے قبل ہی امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگردوں (قاضی ابویوسفؒ اور امام محمدؒ) نے امام ابوحنیفہؒ کے حدیث اور فقہ کے دروس کو کتابی شکل میں مرتب کر دیا تھا جو آج بھی دستیاب ہیں۔ مشہور کتب حدیث میں عموماً چار یا پانچ یا چھ واسطوں سے احادیث ذکر کی گئی ہیں جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس اکثر احادیث صرف دو واسطوں سے آئی تھیں، اس لحاظ سے امام ابوحنیفہؒ کو جو احادیث ملی ہیں وہ اصح الاسانید کے علاوہ احادیث صحیحہ، مرفوعہ، مشہورہ اور متواترہ کا مقام

رکھتی ہیں۔غرضیکہ جن احادیث کی بنیاد پر فقہ حنفی مرتب کیا گیا وہ عموماً سند کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی احادیث ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ:

امام ابوحنیفہؒ نے تقریباً چار ہزار مشائخ سے علم حاصل کیا، خود امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ میں نے کوفہ وبصرہ کا کوئی ایسا محدث نہیں چھوڑا جس سے میں نے علمی استفادہ نہ کیا ہو، تفصیلات کے لئے سوانح امام ابوحنیفہؒ کا مطالعہ کریں، امام ابوحنیفہؒ کے چند اہم اساتذہ حسب ذیل ہیں:

شیخ حماد بن ابی سلیمانؒ (متوفی ۱۲۰ھ): شہر کوفہ کے امام وفقیہ شیخ حمادؒ حضرت انس بن مالکؓ کے سب سے قریب اور معتمد شاگرد ہیں، امام ابوحنیفہؒ ان کی صحبت میں ۱۸ سال رہے۔۱۲۰ ہجری میں شیخ حمادؒ کے انتقال کے بعد امام ابوحنیفہؒ ہی ان کی مسند پر فائز ہوئے۔ شیخ حمادؒ مشہور ومعروف محدث وتابعی شیخ ابراہیم نخعیؒ کے بھی خصوصی شاگرد ہیں۔علاوہ ازیں شیخ حمادؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علمی وارث اور نائب بھی شمار کئے جاتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی دوسری بڑی درسگاہ **شہر بصرہ** تھی جو امام المحدثین شیخ حسن بصریؒ (متوفی ۱۱۰ھ) کے علوم حدیث سے مالا مال تھی، یہاں بھی امام ابوحنیفہؒ نے علم حدیث کا بھرپور حصہ پایا۔

شیخ عطا بن ابی رباحؒ (متوفی ۱۱۴ھ): مکہ مکرمہ میں مقیم شیخ عطا بن ابی رباحؒ سے بھی امام ابوحنیفہؒ نے بھرپور استفادہ کیا۔شیخ عطا بن ابی رباحؒ نے بے شمار صحابۂ کرام

خاصکر حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے استفادہ کیا تھا۔ شیخ عطاء بن ابی رباحؒ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے خصوصی شاگرد شمار کئے جاتے ہیں۔

شیخ عکرمہ بربریؒ (متوفی ۱۰۴ھ): یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے خصوصی شاگرد ہیں۔ کم وبیش ۷۰ مشہور تابعین ان کے شاگرد ہیں، امام ابوحنیفہؒ بھی ان میں شامل ہیں۔ مکہ مکرمہ میں امام ابوحنیفہؒ نے ان سے علمی استفادہ کیا۔

مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں سے حضرت سلیمانؒ اور حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؒ سے امام ابوحنیفہؒ نے احادیث کی سماعت کی ہے۔ یہ ساتوں فقہاء مشہور ومعروف تابعین تھے۔ حضرت سلیمانؒ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے پروردہ غلام ہیں جبکہ حضرت سالمؒ حضرت عمر فاروقؓ کے پوتے ہیں جنہوں نے اپنے والد صحابی رسول حضرت عبداللہ عمرؓ سے تعلیم حاصل کی تھی۔

ملک شام میں امام اوزاعیؒ **اور امام مکحول**ؒ سے بھی امام ابوحنیفہؒ نے اکتساب علم کیا ہے۔

دیگر محدثین کے طرز پر امام ابوحنیفہؒ نے احادیث کی سماعت کے لئے حج کے اسفار کا بھرپور استعمال کیا، چنانچہ آپ نے تقریباً ۵۵ حج ادا کئے۔ حج کی ادائیگی سے قبل وبعد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قیام فرما کر قرآن وسنت کو سمجھنے اور سمجھانے میں وافر وقت لگایا۔ بنوامیہ کے آخری عہد میں جب امام ابوحنیفہؒ کا حکمرانوں سے اختلاف ہوگیا تھا تو امام ابوحنیفہؒ نے تقریباً ۷ سال مکہ مکرمہ میں مقیم رہ کر تعلیم وتعلم کے سلسلہ کو جاری رکھا۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ:

"سیرت النبی ﷺ" کے مصنف اول "علامہ شبلی نعمانیؒ" نے اپنی مشہور و معروف کتاب "سیرۃ النعمان" میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے درس کا حلقہ اتنا وسیع تھا کہ خلیفۂ وقت کی حدودِ حکومت اس سے زیادہ وسیع نہ تھیں۔سینکڑوں علماء و محدثین نے امام ابوحنیفہؒ سے علمی استفادہ کیا۔امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص علم فقہ میں کمال حاصل کرنا چاہے اس کو امام ابوحنیفہؒ کے فقہ کی طرف رخ کرنا چاہیئے،اور یہ بھی فرمایا کہ اگر امام محمدؒ (امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد) مجھے نہ ملتے تو شافعیؒ،شافعیؒ نہ ہوتا بلکہ کچھ اور ہوتا۔امام ابوحنیفہؒ کے چند مشہور شاگردوں کے نام حسب ذیل ہیں جنہوں نے اپنے استاذ کے مسلک کے مطابق درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔قاضی ابویوسفؒ،امام محمد بن حسن الشیبانیؒ،امام زفر بن ہذیلؒ، امام یحیٰی بن سعید القطانؒ، امام یحیٰی بن زکریاؒ،محدث عبد اللہ بن مبارکؒ، امام وکیع بن الجراحؒ،اورامام داؤدالطائی وغیرہ۔

قاضی ابویوسفؒ (متوفی ۱۸۲ھ): آپ کا نام یعقوب بن ابراہیم انصاری ہے۔ ۱۱۳ھ یا ۱۱۷ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔امام ابویوسفؒ کو معاشی تنگی کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ جاری رکھنا مشکل ہوگیا تھا مگر امام ابوحنیفہؒ نے امام یوسفؒ اوران کے گھر کے تمام اخراجات برداشت کر کے ان کو تعلیم دی۔ذہانت، تعلیمی شوق اورامام ابوحنیفہؒ کی خصوصی توجہ کی وجہ سے قاضی ابویوسفؒ ایک بڑے محدث وفقیہ بن کر سامنے آئے۔فقہ حنفی کی تدوین میں قاضی ابویوسفؒ کا اہم کردار ہے۔عباسی دورِ حکومت میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ یہ پہلا موقع تھا جب کسی کو قاضی القضاۃ کے عہد پر فائز کیا گیا۔امام ابوحنیفہؒ سے بعض

مسائل میں اختلاف بھی کیا لیکن پوری زندگی خاص کر قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز ہونے کے بعد فقہ حنفی کو ہی نشر کیا۔ مسلکِ امام ابو حنیفہؒ پر اصول فقہ کی سب سے پہلی کتاب تحریر فرمائی۔ ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔

امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ (متوفی ۱۸۹ھ): آپ ۱۳۱ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے، پھر فقہاء و محدثین کے شہر کوفہ چلے گئے، وہاں بڑے بڑے محدثین اور فقہاء کی صحبت پائی۔ امام ابو حنیفہؒ سے تقریباً دو سال جیل میں تعلیم حاصل کی۔ امام ابو حنیفہؒ کی وفات کے بعد قاضی ابو یوسفؒ سے تعلیم مکمل کی، پھر مدینہ منورہ جا کر امام مالکؒ سے حدیث پڑھی۔ صرف بیس سال کی عمر میں مسند حدیث پر بیٹھ گئے۔ یہ فقہ حنفی کے دوسرے اہم بازو شمار کئے جاتے ہیں، اسی لئے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کو صاحبین کہا جاتا ہے۔ امام محمدؒ کے بے شمار شاگرد ہیں لیکن امام شافعیؒ کا نام خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔ امام محمدؒ کی حدیث کی مشہور کتاب "مؤطا امام محمد" آج بھی ہر جگہ موجود ہے۔ امام محمدؒ کی تصنیفات بہت ہیں، فقہ حنفی کا مدار انہیں کتابوں پر ہے، ان کی مندرجہ ذیل کتابیں مشہور و معروف ہیں جو فتاویٰ حنفیہ کا مآخذ ہیں۔ **المبسوط. الجامع الصغير. الجامع الكبير. الزيادات. السير الصغير. السير الكبير.**

امام زفرؒ (متوفی ۱۵۸ھ): امام زفر بن ہذیلؒ ۱۱۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر میں علم حدیث سے خاص شغف و تعلق تھا، علامہ نوویؒ نے ان کو صاحب الحدیث میں شمار کیا ہے، پھر علم فقہ کی جانب توجہ کی اور اخیر عمر تک یہی مشغلہ رہا۔ بصرہ کے قاضی کے حیثیت سے بھی رہے۔ آپ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ فقہ حنفی کے

اہم ستون ہیں۔

امام یحییٰ بن سعید القطانؒ (متوفی ۱۹۸ھ): آپ ۱۲۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ علامہ ذہبیؒ نے تحریر کیا ہے کہ فن اسماء الرجال (سند حدیث پر بحث کا علم) سب سے پہلے انہوں نے ہی شروع کیا ہے۔ پھر اس کے بعد دیگر حضرات مثلاً امام یحییٰ بن معینؒ نے اس علم کو باقاعدہ فن کی شکل دی۔ امام یحییٰ بن سعید القطانؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے علمی استفادہ کیا ہے۔

امام عبداللہ بن مبارکؒ (متوفی ۱۸۱ھ): یہ بھی امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ علم حدیث میں بڑی مہارت حاصل کی، یہاں تک کہ امیر المؤمنین فی الحدیث کا لقب ملا۔ ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۱ھ میں وفات پائی۔ امام عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کے ذریعہ میری مدد نہ فرماتا تو میں ایک عام انسان سے بڑھ کر کچھ نہ ہوتا۔

تدوین فقہ:

عصر قدیم وجدید میں علم فقہ کی مختلف الفاظ کے ساتھ تعریف کی گئی ہے، مگر اُن کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں احکام شرعیہ کا جاننا فقہ کہلاتا ہے۔ احکام شرعیہ کے جاننے کے لئے سب سے قبل قرآن کریم اور پھر احادیث کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث میں کسی مسئلہ کی وضاحت نہ ملنے پر اجماع وقیاس (یعنی قرآن وحدیث کی روشنی میں نئے مسائل کے لئے اجتہاد) کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

فقہ کو سمجھنے سے قبل، امام ابوحنیفہؒ کے ایک اہم اصول وضابطہ کو ذہن میں رکھیں کہ میں پہلے

کتاب اللہ اور سنت نبوی کو اختیار کرتا ہوں، جب کوئی مسئلہ کتاب اللہ اور سنت رسول میں نہیں ملتا تو صحابہٴ کرام کے اقوال وعمل کو اختیار کرتا ہوں۔ اس کے بعد دوسروں کے فتاویٰ کے ساتھ اپنے اجتہاد وقیاس پر توجہ دیتا ہوں۔ جب مسئلہ قیاس واجتہاد پر آجاتا ہے تو پھر میں اپنے اجتہاد کو ترجیح دیتا ہوں۔ یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا اپنا خود بنایا ہوا اصول نہیں ہے بلکہ اُس مشہور حدیث کی اتباع ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل ؓ کو وصیت فرمائی تھی۔ اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہؒ کا یہ اصول ہے کہ اگر مجھے کسی مسئلہ میں کوئی حدیث مل جائے خواہ اس کی سند میں کوئی ضعف بھی ہو تو میں اپنے اجتہاد وقیاس کو ترک کر کے اس کو قبول کرتا ہوں۔

فقہ کا دارومدار صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ذات اقدس پر ہے اور اس فقہ کی بنیاد وہ احادیث رسول ﷺ ہیں جن کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے صحابہٴ کرام مسائل شرعیہ معلوم کرتے تھے۔ کوفہ شہر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قرآن وحدیث کی روشنی میں لوگوں کی رہنمائی فرماتے تھے۔ حضرت علقمہ بن قیس کوفیؒ اور حضرت اسود بن یزید کوفیؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے خاص شاگرد ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خود فرماتے تھے کہ جو کچھ میں نے پڑھا لکھا اور حاصل کیا وہ سب کچھ علقمہؒ کو دیدیا، اب میری معلومات علقمہؒ سے زیادہ نہیں ہے۔ حضرت علقمہؒ اور حضرت اسودؒ کے انتقال کے بعد حضرت ابراہیم نخعی کوفیؒ مسند نشین ہوئے اور علم فقہ کو بہت کچھ وسعت دی یہاں تک کہ انہیں "فقیہ العراق" کا لقب ملا۔ حضرت ابراہیم نخعی کوفیؒ کے زمانے میں فقہ کا غیر مرتب ذخیرہ جمع ہوگیا تھا جو ان کے

شاگردوں نے خاصکر حضرت حمادکوفی ؒ نے محفوظ کررکھا تھا۔ حضرت حمادؒ کے اس ذخیرہ کو امام ابوحنیفہ کوفی ؒ نے اپنے شاگردوں خاص کر امام یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام زفر ؒ کو بہت منظّم شکل میں پیش کردیا جوانہوں نے باقاعدہ کتابوں میں مرتب کردیا، یہ کتابیں آج بھی موجود ہیں۔ اس طرح امام ابوحنیفہؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے دو واسطوں سے حقیقی وارث بنے اور امام ابوحنیفہؒ کے ذریعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے قرآن وسنت کی روشنی میں جو سمجھا تھا وہ امت مسلمہ کو پہونچ گیا۔ غرضیکہ فقہ حنفی کی تدوین اُس دور کا کارنامہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے خیر القرون قرار دیا اور احادیث رسول ﷺ مکمل حفاظت کے ساتھ اسی زمانہ میں کتابی شکل میں مرتب کی گئیں۔

﴿وضاحت﴾ ان دنوں بعض ناواقف حضرات فقہ کا ہی انکار کرنا شروع کردیتے ہیں حالانکہ قرآن وحدیث کو سمجھ کر پڑھنا اور اس سے مسائل شرعیہ کا استنباط کرنا فقہ ہے۔ نیز قرآن وحدیث میں متعدد جگہ فقہ کا ذکر بھی وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔ مشہور کتب حدیث (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی، بیہقی، مسند ابن حبان، مسند احمد بن حنبل وغیرہ) کی تالیف سے قبل ہی امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں نے فقہ حنفی کو کتابوں میں مرتب کردیا تھا۔ اگر واقعی فقہ قابل رد ہے تو مذکورہ کتب حدیث کے مصنفوں نے اپنی کتاب میں فقہ کی تردید میں کوئی باب کیوں نہیں بنایا؟ یا کوئی دوسری مستقل کتاب فقہ کی تردید میں کیوں تصنیف نہیں کی؟ غرضیکہ یہ ان حضرات کی ہٹ دھرمی ہے ورنہ قرآن وحدیث کو سمجھ کر مسائل کا استنباط کرنا ہی فقہ کہلاتا ہے جسے جمہور محدثین ومفسرین وعلماء امت نے تسلیم کیا ہے۔

﴿نقطہ﴾ فقہ حنفی کا یہ خصوصی امتیاز ہے کہ سابقہ حکومتوں (خاص کر عباسیہ وعثمانیہ حکومت) کا ۸۰ فیصد قانون عدالت وفوجداری فقہ حنفی رہا ہے اور آج بھی بیشتر مسلم ممالک کا قانون عدالت فقہ حنفی پر قائم ہے۔ یہ قوانین قرآن وحدیث کی روشنی میں بنائے گئے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں:

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے دورانِ درس جو احادیث بیان کی ہیں انہیں شاگردوں نے حدثنا اور اخبرنا وغیرہ الفاظ کے ساتھ جمع کر دیا۔ امام ابوحنیفہؒ کے درسی افادات کا نام " کتاب الآثار " ہے، جو دوسری صدی ہجری میں مرتب ہوئی، اس زمانہ تک کتابوں کی تالیف بہت زیادہ عام نہیں تھی۔ " کتاب الآثار "اس دور کی پہلی کتاب ہے جس نے بعد کے آنے والے محدثین کے لئے ترتیب وتبویب کے راہ نما اصول فراہم کئے۔ علامہ شبلی نعمانیؒ نے " کتاب الآثار " کے متعدد نسخوں کی نشاندہی کی ہے لیکن عام شہرت چار نسخوں کو حاصل ہے۔ ان نسخوں میں سے امام محمدؒ کی روایت کردہ کتاب کو سب سے زیادہ شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی۔

" کتاب الآثار" بروایت امام محمدؒ

" کتاب الآثار" بروایت قاضی ابو یوسفؒ

" کتاب الآثار" بروایت امام زفرؒ

" کتاب الآثار" بروایت امام حسن بن زیادؒ

مسانید امام ابوحنیفہؒ: علماء کرام نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی پندرہ مسانید شمار کی ہیں جس میں ائمہ دین اور حفاظ حدیث نے آپ کی روایات کو جمع کر کے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا، ان

میں سے مسند امام اعظمؒ علمی دنیا میں مشہور ہے، جس کی متعدد شروحات بھی تحریر کی گئی ہیں۔
اس سلسلہ میں سب سے بڑا کام ملک شام کے امام ابوالموائد خوارزمیؒ (متوفی ۶۶۵ھ) نے کیا ہے جنہوں نے تمام مسانید کو بڑی ضخیم کتاب جامع المسانید کے نام سے جمع کیا ہے۔
حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد امام محمدؒ کی مشہور ومعروف کتابیں بھی فقہ حنفی کے اہم ماخذ ہیں۔

المبسوط. الجامع الصغير. الجامع الكبير. الزيادات. السير الصغير. السير الكبير.

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا تقویٰ:

کتاب وسنت کی تعلیم اور فقہ کی تدوین کے ساتھ امام صاحبؒ نے زہد وتقویٰ اور عبادت میں پوری زندگی بسر کی۔ رات کا بیشتر حصہ اللہ تعالیٰ کے سامنے رونے، نفل نماز پڑھنے اور تلاوت قرآن کرنے میں گزارتے تھے۔ امام صاحبؒ نے علم دین کی خدمت کو ذریعہ معاش نہیں بنایا بلکہ معاش کے لئے ریشم بنانے اور ریشمی کپڑے تیار کرنے کا بڑا کارخانہ تھا جو صحابی رسول ﷺ حضرت عمرو بن حریثؓ کے گھر میں چلتا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کا تعلق خوشحال گھرانے سے تھا اس لئے لوگوں کی خاص طور سے اپنے شاگردوں کی بہت مدد کیا کرتے تھے۔ آپؒ نے ۵۵ حج ادا کئے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی شان میں بعض علماء امت کے اقوال:

☆ امام علی بن صالحؒ (متوفی ۱۵۱ھ) نے امام ابوحنیفہؒ کی وفات پر فرمایا: عراق کا مفتی اور فقیہ گزر گیا۔ (مناقب ذہبی ص ۱۸)

☆ امام مسعر بن کدامؒ (متوفی ۱۵۳ھ) فرماتے تھے کہ کوفہ کے دو شخصوں کے سوا کسی اور پر رشک نہیں آتا۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کا فقہ، دوسرے شیخ حسن بن صالحؒ اور ان کا زہد وقناعت۔ (تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۳۲۸)

☆ ملک شام کے فقیہ ومحدث امام اوزاعیؒ (متوفی ۱۵۷ھ) فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ پیچیدہ مسائل کو سب اہل علم سے زیادہ جاننے والے تھے۔ (مناقب کردی ص ۹۰)

☆ امام داؤد الطائیؒ (متوفی ۱۶۰ھ) فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس وہ علم تھا جس کو اہل ایمان کے دل قبول کرتے ہیں۔ (الخیرات الحسان ص ۳۲)۔

☆ امام سفیان ثوریؒ (متوفی ۱۶۷ھ) کے پاس ایک شخص امام ابوحنیفہؒ سے ملاقات کر کے آیا۔ امام سفیان ثوریؒ نے فرمایا تم روئے زمین کے سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے آرہے ہو۔ (الخیرات الحسان ص ۳۲)

☆ امام مالک بن انسؒ (متوفی ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہؒ جیسا انسان نہیں دیکھا۔ (الخیرات الحسان ص ۲۸)

☆ امام وکیع بن الجراحؒ (متوفی ۱۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ سے بڑا فقیہ اور کسی کو نہیں دیکھا۔

☆ امام یحییٰ بن معینؒ (متوفی ۲۳۳ھ) امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور ان کی احادیث کے حافظ بھی تھے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی بہت ساری احادیث سنی ہیں۔ (جامع بیان العلم، علامہ ابن البر، ج ۲ ص ۱۴۹)

☆ امام سفیان بن عیینہؒ (متوفی ۱۹۸ھ) فرماتے تھے کہ میری آنکھوں نے ابوحنیفہؒ جیسا انسان نہیں دیکھا۔ دو چیزوں کے بارے میں خیال تھا کہ وہ شہر کوفہ سے باہر نہ جائیں گی مگر وہ زمین کے آخری کناروں تک پہنچ گئیں۔ ایک امام حمزہؒ کی قرأت اور دوسری ابوحنیفہؒ کا فقہ۔ (تاریخ بغداد۔ ج ۱۳ ص ۳۴۷)

☆ امام شافعیؒ (متوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ ہم سب علم فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے محتاج ہیں۔ جو شخص علم فقہ میں مہارت حاصل کرنا چاہے وہ امام ابوحنیفہؒ کا محتاج ہوگا۔ (تاریخ بغداد ج ۳۲۳ ص ۱۶۱)

☆ امام بخاریؒ کے استاذ امام مکی بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ پرہیزگار، عالم آخرت کے راغب اور اپنے معاصرین میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ (مناقب الامام ابی حنیفہؒ۔ شیخ موفق بن احمد مکیؒ)

☆ امام موفق بن احمد مکیؒ امام بکر بن محمد زرنجریؒ (متوفی ۱۵۲ھ) کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے کتاب الآثار کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے۔ (مناقب امام ابی حنیفہ)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے علوم کا نفع:

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے انتقال کے بعد آپ کے شاگردوں نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قرآن وحدیث وفقہ کے دروس کو کتابی شکل دے کر ان کے علم کے نفع کو بہت عام کردیا، خاص کر جب آپ کے شاگرد قاضی ابو یوسفؒ عباسی حکومت میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز ہوئے تو انہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں امام ابوحنیفہؒ کے فیصلوں سے حکومتی سطح پر عوام کو متعارف کرایا چنانچہ چند ہی سالوں میں فقہ حنفی دنیا کے کونے کونے میں رائج ہوگیا اور اس کے بعد یہ سلسلہ برابر جاری رہا حتی کہ عباسی وعثمانی حکومت میں مذہب ابی حنیفہؒ کو سرکاری حیثیت دے دی گئی چنانچہ آج ۱۲۰۰ سال گزر جانے کے بعد بھی تقریباً ۷۵ فیصد امت مسلمہ اس پر عمل پیرا ہے اور ایک ہزار سال سے امت مسلمہ کی اکثریت امام ابوحنیفہؒ کی قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح اور وضاحت وبیان پر ہی عمل کرتی چلی آرہی ہے۔ ہندوستان، پاکستان، بنگلادیش اور افغانستان کے مسلمانوں کی بڑی اکثریت جو دنیا میں مسلم آبادی کا ۵۵ فیصد سے زیادہ ہے، اسی طرح ترکیا اور روس سے الگ ہونے والے ممالک نیز عرب ممالک کی ایک جماعت قرآن وحدیث کی روشنی میں امام ابوحنیفہؒ کے ہی فیصلوں پر عمل پیرا ہے۔

مصادر ومراجع:

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی شخصیت پر جتنا کچھ مختلف زبانوں خاص کر عربی زبان میں تحریر کیا گیا ہے وہ عموماً دوسرے کسی محدث یا فقیہ یا عالم پر تحریر نہیں کیا گیا۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کی علمی و عملی خدمات کے قبول ہونے کی بظاہر علامت ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی شخصیت کے مختلف پہلوں پر جو کتابیں تحریر کی گئی ہیں، ان میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔ شیخ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب "تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفہؒ" سے خصوصی استفادہ کر کے اس مضمون کو تحریر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مصنفوں کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سوانح حیات سے متعلق بعض عربی کتابیں:

مناقب الامام الاعظم: شیخ ملا علی قاریؒ (متوفی ۱۰۱۴ھ)

ترجمۃ الامام الاعظم ابی حنیفۃؒ النعمان بن ثابت: امام خطیب بغدادیؒ (متوفی ۳۹۲ھ)

تبییض الصحیفۃ فی مناقب ابی حنیفۃؒ: علامہ جلال الدین سیوطی مصری شافعیؒ (متوفی ۹۱۱ھ)

تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان: شیخ قاضی محمد بن الحسن بن کاس ابوالقاسمؒ (متوفی ۳۲۴ھ)

عقود المرجان فی مناقب ابی حنیفہ النعمانؒ: شیخ ابوجعفر احمد بن محمد مصری الطحاویؒ (متوفی ۳۲۱ھ)

عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابوحنیفۃؒ النعمان: شیخ محمد بن یوسف صالحیؒ

(متوفی ۹۴۳ھ)

عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابوحنیفۃ النعمان: رسالہ مقدمہ لنیل درجۃ الماجستر۔

مولوی محمد ملا عبدالقادر الافغانیؒ

اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ: شیخ قاضی ابی عبداللہ حسین بن علی الصیمریؒ (متوفی ۴۳۶ھ)

فضائل ابی حنیفۃ واخبارہ ومناقبہ: شیخ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد (المعروف ب ابی عوامؒ)

متوفی ۳۳۰ھ

شقائق النعمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان: شیخ جاراللہ ابوالقاسم زمخشریؒ

(متوفی ۵۳۸ھ)

الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظمؒ ابی حنیفۃ النعمان: شیخ مفتی الحجاز شیخ شہاب الدین

احمد بن حجر ہیتمی مکیؒ (متوفی ۹۷۳ھ)

کتاب منازل الائمۃ الاربعۃ: امام ابوزکریا یحی بن ابراہیمؒ (متوفی ۵۵۰ھ)

مناقب الامام ابی حنیفۃؒ وصاحبیہ ابی یوسف ومحمد بن الحسن: امام حافظ ابی عبداللہ محمد بن احمد

عثمان ذہبیؒ (متوفی ۷۴۸ھ)

کتاب مکانۃ الامام ابی حنیفہؒ فی علم الحدیث: شیخ محمد عبدالرشید النعمانی الہندیؒ۔ تحقیق شیخ

عبدالفتاح ابوغدہؒ

ابوحنیفہ النعمان وآراؤہ الکلامیہ: شیخ شمس الدین محمد عبداللطیف مصریؒ

ابوحنیفہ النعمان (امام الائمہ الفقہاء): شیخ وہبی سلیمان غاوجیؒ

تانیب الخطیب علی ماساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفہ من الاکاذیب: شیخ محمد زاہد بن الحسن الکوثریؒ

ابوحنیفہ۔حیاتہ وعصرہ۔آراؤہ وفقہہ: شیخ محمد ابوزہرہؒ

مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہؒ (الجزء الاول والثانی): موفق بن احمد المکی، محمد بن محمد بن شہاب ابن البزار الکردیؒ۔

ائمۃ الفقہ الاسلامی: ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، مالکؒ، ابن حنبلؒ: شیخ نوح بن مصطفیٰ رومی حنفیؒ

مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہؒ: شیخ موفق بن احمد الخوارزمیؒ

الجواہر المضیئۃ فی تراجم الحنفیہ: شیخ عبدالقادر القرشیؒ

حیاۃ ابی حنیفہؒ: شیخ سید عفیفیؒ

تحفۃ الاخوان فی مناقب ابی حنیفۃؒ: علامہ احمد عبدالباری عاموہ الحدیدیؒ

التعلیقات الحسان علی تحفۃ الاخوان فی مناقب ابی حنیفۃؒ: علامہ محمد احمد محمد عاموہؒ

عقود الجواہر المنیفۃ فی ادلۃ مذہب الإمام ابی حنیفۃؒ: علامہ محدث السید محمد مرتضیٰ الزبیدی حسینی حنفیؒ (متوفی ۱۲۰۵ھ)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سوانح حیات سے متعلق بعض اردو کتابیں:

سیرۃ النعمان: علامہ شبلی نعمانیؒ

سیرۃ ائمہ اربعۃ: قاضی اطہر مبارکپوریؒ

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی: مولانا مناظر احسن گیلانیؒ

مقام ابی حنیفہؒ مولانا سرفراز صفدر خانؒ

امام اعظم اور علم الحدیث: مولانا محمد علی صدیقی کاندھلویؒ

امام اعظم ابوحنیفۃ: حالات وکمالات، ملفوظات ڈاکٹر مولانا خلیل احمد تھانویؒ (ترجمۃ تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ)

تقلید ائمہ اور مقام امام ابوحنیفہؒ: مولانا محمد اسمٰعیل سنبھلیؒ (راقم الحروف کے حقیقی دادا محترم)

امام اعظم ابوحنیفۃ، حیات وکارنامے: مولانا محمد عبدالرحمٰن مظاہریؒ

حضرت امام ابوحنیفہؒ پر ارجاء کی تہمت: مولانا نعمت اللہ اعظمی صاحب

علم حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کا مقام ومرتبہ: مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب

امام اعظم ابوحنیفۃؒ اور معترضین (کشف الغمۃ بسراج الائمۃ): مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہجہان پوریؒ

فقاہت امام اعظم ابوحنیفہؒ: مولانا خدا بخش صاحب ربانیؒ

ملفوظات امام ابوحنیفہؒ: مفتی محمد اشرف عثمانیؒ

حدائق الحنفیۃ (امام ابوحنیفہؒ سے ۱۳۰۰ ہجری تک دنیا بھر کے ایک ہزار سے زائد حنفی علماء وفقہاء کا ذکر): مولوی فقیر احمد جہلمیؒ

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ۱۰۰ سو قصے: مولانا محمد اویس سرورؒ

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات: مولانا عبدالقیوم حقانیؒ

امام ابوحنیفہ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت: مولانا عبدالشہید نعمانیؒ

امام اعظم ابوحنیفہؒ شہید اہل بیتؑ: مفتی ابوالحسن شریف اللہ الکوثریؒ

الطریق الاسلم۔ اردو شرح مسند الامام الاعظم: مولانا محمد ظفر اقبال صاحبؒ

امام ابوحنفیہؒ کی محدثانہ حیثیت: مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمیؒ۔ مولانا مفتی نعمت حقانیؒ

امام ابوحنیفہؒ کا عادلانہ دفاع (علامہ کوثریؒ کی کتاب تانیب الخطیب کا اردو ترجمہ): فظ عبدالقدوس خانؒ

حیات حضرت امام ابوحنیفہؒ (شیخ ابوزہرہ مصریؒ کی عربی کتاب کا ترجمہ): پروفیسر غلام احمد حریریؒ

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سوانح حیات سے متعلق انگریزی زبان میں بھی متعدد کتابیں شائع ہوئی ہیں لیکن علامہ شبلی نعمانیؒ کی کتاب **Imam Abu Hanifah: Life and Works** کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔

اعلاء السنن: عصر حاضر کے جید عالم و محدث شیخ ظفر احمد عثمانی تھانویؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگردوں سے منقول تمام مسائل فقیہ کو ۲۲ جلدوں میں احادیث نبویہ سے مدلل کیا ہے۔ ملک شام کے مشہور حنفی عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ (متوفی ۱۴۱۷ھ) نے اس کتاب کی تقریظ تحریر فرمائی ہے۔ عربی زبان میں تحریر کردہ اس عظیم کتاب کی ۲۲ ضخیم جلدیں ہیں جو عرب وعجم میں آسانی سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرما کر اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

شیخ شاہ اسماعیل شہیدؒ
اور ان کی کتاب تقویۃ الایمان

نہ صرف برصغیر (ہند، پاکستان، بنگلا دیش اور افغانستان) میں بلکہ پورے عالم اسلام میں الشیخ شاہ ولی اللہؒ کی شخصیت انتہائی مسلم اور قابل قدر ہے۔ برصغیر میں حدیث پڑھنے اور پڑھانے کی سند محدثین کرام اور پھر حضور اکرم ﷺ تک حضرت شاہ ولی اللہؒ کے واسطے سے ہی ہو کر جاتی ہے۔ برصغیر کا ہر مکتب فکر اپنا تعلق الشیخ شاہ ولی اللہؒ کی شخصیت سے جوڑ کر اپنے حق پر ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کی اولاد نے قرآن وحدیث کی خدمت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔

شاہ ولی اللہؒ کے پوتے شاہ اسماعیل شہیدؒ (1779 - 1831) نے بھی اپنی پوری زندگی اعلاء کلمۃ اللہ، احیاء اسلام اور قرآن وحدیث کی خدمت میں صرف کی۔ انہوں نے تقریباً ۱۰ کتابیں تحریر فرمائیں۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے نہ صرف قلمی جہاد کیا بلکہ عملی جہاد میں بھی شرکت کی چنانچہ ۱۸۳۱ میں بالآخر بالاکوٹ کے مقام پر شہادت حاصل کی۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ کے زمانے میں اس علاقہ میں شرک اور بدعات کافی رائج ہو گئیں تھیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ قرآن وحدیث کی روشنی میں شرک اور بدعات کی تردید اور توحید وسنت کی جڑیں مضبوط کرنے میں صرف کیا۔ اسی مقصد کو سامنے رکھ کر انہوں نے 1826 میں کتاب تقویۃ الایمان لکھی۔ یہ کتاب آج تک کتنی مرتبہ شائع ہو چکی ہے، اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے، غرض لاکھوں لوگوں نے اس کتاب سے فیضیاب ہو کر اپنی زندگی کا رخ سیدھا کیا۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اپنی اس کتاب میں قرآن وحدیث کی روشنی

میں شرک اور بدعات کی تردید کی ہے۔ جس پر بعض حضرات نے غلط فیصلہ لے کر اس شخص کو کافر کہہ دیا کہ جس نے پوری زندگی قرآن وحدیث کے مطابق گزاری، لاکھوں لوگوں نے اس کے علم سے مستفید ہوکر اپنی اخروی زندگی کی تیاری کی، جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنی جان تک کا نذرانہ پیش کر دیا۔

میں نے کتاب کا مطالعہ کیا ہے، مجھے کہیں کوئی ایسی عبارت نہیں ملی جس کی بنیاد پر کسی عالم دین کو صرف بغض وعناد کی وجہ سے کافر قرار دیا جائے۔ میرے عزیز دوستوں! اسلام اس لئے نہیں آیا کہ چھوٹی چھوٹی بات پر مسلمانوں کو بھی دائرہ اسلام سے خارج کیا جائے بلکہ اسلام کا بنیادی واہم مقصد یہ ہے کہ ہر شخص کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھکر مسلمان ہو جائے اور کلمہ کے تقاضوں پر عمل کر کے ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم سے بچ جائے۔ کسی انتقال شدہ معین شخص کو کافر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اسکے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم کا فیصلہ صادر فرمادیا۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔ اس موقع پر نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کو بھی یاد رکھیں: اگر کوئی شخص کسی شخص کے لئے کہے اے کافر! تو یہ لفظ کسی ایک کو ضرور پہو نچے گا، یا تو وہ واقعی کافر ہوگا ورنہ کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ (بخاری، مسلم، موطا مالک، ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ، نسائی، مسند احمد)

اگر ہمیں کسی شخص کے مسلمان ہونے کا علم ہوتا ہے تو کتنی خوشی ہوتی ہے، یقیناً خوشی کی بات ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم سے بچ گیا اگر ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو جائے۔ میرے عزیز دوستوں! کسی شخص کو کافر قرار دینے میں ہمیں کبھی بھی عجلت سے کام نہیں لینا چاہئے، اور نہ ہی اس کو فخریہ طور پر بیان کرنا چاہئے۔

عباس علی صدیقی نے یہ تحریر کیا ہے کہ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اس کتاب میں لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا احترام بڑے بھائی کی طرح کرنا چاہیئے، اوراس کی بنا پر کفر کا فتویٰ لگایا گیاہے۔۔۔ کتاب کی مکمل عبارت یوں ہے: تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، جو بہت بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے، اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کرو، باقی سب کا مالک اللہ ہے، عبادت اسی کی کرنی چاہیئے۔ معلوم ہوا کہ جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء ہوں وہ سب کے سب اللہ کے بےبس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں، مگر حق تعالیٰ نے انہیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہوئے، ہمیں ان کی فرمانبرداری کا حکم ہوا کیونکہ ہم چھوٹے ہیں، لہذا ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرو اور انہیں الٰہ (معبود) نہ بناؤ۔۔۔۔۔۔ (صفحہ ۱۳۴۔ ۱۳۵)

شاہ اسماعیل شہیدؒ کا نبی اکرم ﷺ کو بڑے بھائی سے مشابہت دینے کا مقصد واضح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا احترام ضروری ہے، ان کا زیادہ سے زیادہ احترام کیا جائے، لیکن اس نوعیت کا احترام نہیں کیا جائے کہ نبی اکرم ﷺ کو معبود بنادیا جائے، جوکہ بالکل غلط ہے۔ اس عبارت کی بناء پر کسی شخص کو کیسے کافر کہا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں ارشاد فرمایا ہے: فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَائَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْراً (سورۂ البقرہ ۲۰۰) جب تم اپنے حج کے ارکان سے فارغ ہوجاؤ تو تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جیسا کہ باپ دادا کا ذکر کرتے ہو بلکہ باپ دادا کے ذکر کرنے سے بھی زیادہ اللہ کا ذکر کرو۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کرنے کو باپ دادا کے ذکر کرنے سے مشابہت دی ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ باپ دادا بن گیا، بلکہ

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کریں۔

میری تمام حضرات سے خصوصی درخواست ہے کہ **کسی معین شخص کو کافر** کہنے سے بالکل باز رہیں جبکہ وہ اللہ کی وحدانیت اور قرآن کے کتاب اللہ ہونے کا اقرار کرتا ہو، اور رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین بھی مانتا ہو، مزید برآں قرآن وحدیث پر عمل پیرا بھی ہو۔ لہذا آپ اگر کسی شخص کی تحریر سے متفق نہیں ہیں تو اس کی تردید کر سکتے ہیں لیکن کافر نہیں کہہ سکتے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

ملکِ شام ۔ فضیلت اور تاریخ

شام سریانی زبان کا لفظ ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حضرت سام بن نوح کی طرف منسوب ہے۔طوفان نوح کے بعد حضرت سام اسی علاقہ میں آباد ہوئے تھے۔۔۔ ملک شام کے متعدد فضائل احادیث نبویہ میں مذکور ہیں،قرآن کریم میں بھی ملک شام کی سرزمین کا بابرکت ہونا متعدد آیات میں مذکور ہے۔ یہ مبارک سرزمین پہلی جنگ عظیم تک عثمانی حکومت کی سرپرستی میں ایک ہی خطہ تھی۔ بعد میں انگریزوں اوراہل فرانس کی پالیسیوں نے اس سرزمین کو چار ملکوں (سوریا، لبنان، فلسطین اور اردن) میں تقسیم کرادیا،لیکن قرآن وسنت میں جہاں بھی ملک شام کا تذکرہ وارد ہوا ہے اس سے یہ پورا خطہ مراد ہے جو عصر حاضر کے چار ملکوں (سوریا، لبنان، فلسطین اوراردن) پر مشتمل ہے۔اسی مبارک سرزمین کے متعلق نبی اکرم ﷺ کے متعدد ارشادات احادیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں مثلاً اسی مبارک سرزمین کی طرف حضرت امام مہدی حجاز مقدس سے ہجرت فرما کر قیام فرمائیں گے اور مسلمانوں کی قیادت فرمائیں گے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی اسی علاقہ یعنی دمشق کے مشرق میں سفید مینار پر ہوگا۔ غرضیکہ یہ علاقہ قیامت سے قبل اسلام کا مضبوط قلعہ ومرکز بنے گا۔

اسی مبارک سرزمین میں قبلہ اول واقع ہے جس کی طرف نبی اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام نے تقریباً ۱۶ یا ۱۸ ماہ نمازیں ادا فرمائی ہیں۔اس قبلۂ اول کا قیام مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے چالیس سال بعد ہوا۔مسجد حرام اور مسجد نبوی کے بعد سب سے بابرکت وفضیلت کی جگہ مسجد اقصیٰ ہے۔حضور اکرم ﷺ نے جزیرۂ عرب کے باہر اگر کسی ملک کا سفر کیا ہے تو وہ صرف

ملک شام ہے۔ اسی سرزمین میں واقع مسجد اقصیٰ کی طرف ایک رات آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ سے لے جایا گیا اور وہاں آپ ﷺ نے تمام انبیاء کی امامت فرما کر نماز پڑھائی، پھر بعد میں اسی سرزمین سے آپ ﷺ کو آسمانوں کے اوپر لے جایا گیا جہاں آپ ﷺ کی اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں حاضری ہوئی۔ اس سفر میں آپ ﷺ نے جنت وجہنم کے مختلف مناظر دیکھے اور سات آسمانوں پر آپ ﷺ کی مختلف انبیاء کرام سے ملاقات ہوئی۔ یہ مکمل واقعہ رات کے ایک حصہ میں انجام پایا۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کے اس سفر کو اسراء اور مسجد اقصیٰ سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری کے اس سفر کو معراج کہا جاتا ہے۔

اگرچہ قبلۂ اول بیت المقدس حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد خلافت میں فتح ہوا، لیکن اس کی بنیاد حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ ؓ کے لشکر سے پڑ چکی تھی جس کی روانگی کا فیصلہ ماہ صفر ۱۱ ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی بیماری کی خبر سن کر یہ لشکر مدینہ منورہ کے قریب خیمہ زن رہا۔ اس لشکر نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دور خلافت میں پہلی فوجی مہم شروع کی۔

ملک شام میں دین اسلام پہونچنے تک تقریباً ۱۵۰۰ سال سے سریانی زبان ہی بولی جاتی تھی، لیکن ملک شام کے باشندوں نے انتہائی خلوص ومحبت کے ساتھ دین اسلام کا استقبال کیا اور بہت کم عرصہ میں عربی زبان ان کی مادری واہم زبان بن گئی، بڑے بڑے جید محدثین، فقہاء وعلماء کرام اس سرزمین میں پیدا ہوئے۔ دمشق کے فتح ہونے کے صرف ۲۶ یا ۲۷ سال بعد دمشق اسلامی خلافت / حکومت کا دارالسلطنت بن گیا۔

اللہ تعالیٰ نے انس وجن وزمین وساری کائنات کو پیدا کیا۔ بعض انسانوں کو منتخب کرکے ان کو رسول ونبی بنایا، اسی طرح زمین کے بعض حصوں (مثلاً مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور ملک شام) کو دوسرے حصوں پر فوقیت وفضیلت دی۔ اللہ تعالیٰ نے ملک شام کی سرزمین کو اپنے پیغمبروں کے لئے منتخب کیا چنانچہ انبیاء ورسل کی اچھی خاصی تعداد اسی سرزمین میں انسانوں کی رہنمائی کے لئے مبعوث فرمائی گئی۔ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر رسول اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے ہمراہ ملک عراق سے ہجرت فرما کر ملک شام ہی میں سکونت پذیر ہوئے۔ اسی مقدس سرزمین سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے متعدد سفر کرکے مکہ مکرمہ کو آباد کیا اور وہاں بیت اللہ کی تعمیر کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کے بے شمار انبیاء علیہم السلام (مثلاً حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت ایوب، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت الیاس، حضرت الیسع، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام) کی یہ سرزمین مسکن ومدفن بنی اور انہوں نے اسی سرزمین سے اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلایا۔ غرضیکہ مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے یہ سرزمین بہت بابرکت ہے۔ فی الحال بیت المقدس کی بابرکت زمین پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ بیت المقدس کو یہودیوں کے چنگل سے آزاد فرمائے، مسلمانوں کو فتحیاب فرمائے، اپنے دین کی نصرت فرمائے اور ہم سب کو اپنے دین اسلام کی خدمت کے لئے قبول فرمائے۔

قیامت کی بعض بڑی نشانیوں کا ظہور بھی اسی مقدس سرزمین پر ہوگا۔ چنانچہ حضرت مہدی اسی سرزمین سے مسلمانوں کی قیادت سنبھالیں گے۔ دمشق کے مشرق میں سفید مینار پر نماز

فجر کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، اور اسکے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت مسلمہ کی باگ ڈور سنبھالیں گے۔ دجال اور یاجوج و ماجوج جیسے بڑے بڑے فتنے بھی اسی سرزمین سے ختم کئے جائیں گے۔ دنیا کے چپہ چپہ پر اسی علاقہ کی سرپرستی میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگی۔۔۔ یمن سے نکلنے والی آگ لوگوں کو اسی بابرکت سرزمین کی طرف ہانک کر لے جائے گی اور سب مؤمنین اس مقدس سرزمین میں جمع ہو جائیں گے ۔۔۔۔۔۔اور پھر اس کے بعد جلدی ہی قیامت قائم ہوجائے گی۔

قرآن کریم میں اس بارکت زمین کا ذکر خیر:

سُبۡحَانَ الَّذِی اَسۡرَی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلاً مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصیٰ الَّذِی بَارَکۡنَا حَوۡلَهٗ (سورۃ الاسراء آیت ۱) پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو رات ہی میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے۔ (یہ علاقہ قدرتی نہروں اور پھلوں کی کثرت اور انبیاء کا مسکن و مدفن ہونے کے لحاظ سے ممتاز ہے، اس لئے اس کو بابرکت قرار دیا گیا۔)

وَلِسُلَیۡمَانَ الرِّیۡحَ عَاصِفَةً تَجۡرِیۡ بِاَمۡرِهٖ اِلَی الۡاَرۡضِ الَّتِیۡ بَارَکۡنَا فِیۡهَا (سورۃ الانبیاء آیت ۸۱) ہم نے تند و تیز ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا جو اُن کے فرمان کے مطابق اسی زمین کی طرف چلتی تھی جہاں ہم نے برکت دے رکھی ہے،،، یعنی ملک شام کی سرزمین۔

جس طرح پہاڑ اور پرندے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے مسخر کر دئے گئے تھے، اسی طرح ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دی گئی تھی وہ تخت پر بیٹھ جاتے تھے اور

جہاں چاہتے، مہینوں کی مسافت، لمحوں اور ساعتوں میں طے کر کے وہاں پہنچ جاتے۔ ہوا آپ کے تخت کو اُڑا کر لے جاتی تھی۔

يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ (سورۃ المائدہ آیت ۲۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم والو! اس مقدس زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے نام لکھ دی ہے۔ بنی اسرائیل کے مورث حضرت یعقوب علیہ السلام کا مسکن بیت المقدس تھا لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کی امارت مصر کے زمانے میں یہ لوگ مصر جا کر آباد ہو گئے تھے۔ تب سے اس وقت تک مصر ہی میں رہے جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں راتوں رات فرعون سے چھپ کر نکال نہیں لے گئے۔

وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطاً اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بَارَکْنَا فِيْهَا لِلْعَالَمِيْنَ (سورۃ الانبیاء آیت ۷۱) ہم ابراہیم اور لوط کو بچا کر اس زمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے تمام جہاں والوں کے لئے برکت رکھی تھی۔۔۔۔۔۔۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام عراق سے مقدس سرزمین ملک شام ہجرت فرما گئے تھے۔

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بَارَكْنَا فِيْهَا (سورۃ الاعراف آیت ۱۳۷) ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کئے جاتے تھے اس سرزمین کے مشرق ومغرب کا مالک بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے۔۔۔ زمین سے مراد شام کا علاقہ فلسطین ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے عمالقہ کے بعد بنی اسرائیل کو غلبہ عطا فرمایا۔

اس سرزمین کی فضیلت نبی رحمت کی زبانی:

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ یَمَنِنَا ، اے اللہ! ہمیں برکت عطا فرما ہمارے شام میں، ہمیں برکت دے ہمارے یمن میں۔ آپ نے یہی کلمات تین یا چار مرتبہ دوہرائے۔ (بخاری، ترمذی، مسند احمد، طبرانی)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب میں سویا ہوا تھا تو میں نے دیکھا کہ عمود الکتاب (ایمان) میرے سر کے نیچے سے کھینچا جا رہا ہے۔ میں نے گمان کیا کہ اس کو اٹھا لے لیا جائے گا تو میری آنکھ نے اس کا تعاقب کیا، اس کا قصد (ملک) شام کا تھا۔ جب جب بھی شام میں فتنے پھیلیں گے وہاں ایمان میں اضافہ ہوگا۔ (مسند احمد، طبرانی۔۔۔ حدیث صحیح۔ مجمع الزوائد)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ کچھ لوگ عمود الکتاب (ایمان) کو لے گئے اور انہوں نے (ملک) شام کا قصد کیا۔ جب جب بھی فتنے پھیلیں گے تو شام میں امن وسکون رہے گا۔ (طبرانی۔۔۔ حدیث صحیح۔ مجمع الزوائد)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے دیکھا کہ عمود الکتاب (ایمان) میرے تکیہ کے نیچے سے ہٹایا جا رہا ہے، میری آنکھوں نے اس کا پیچھا کیا تو پایا کہ وہ بلند نور کی مانند ہے، یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اس کو پسند کرتا ہے اور اس کو شام لے جانے کا ارادہ رکھتا ہے، تو میں نے سمجھا کہ جب جب بھی فتنے واقع ہوں گے تو شام میں ایمان مضبوط ہوگا۔ (طبرانی)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے شب معراج میں دیکھا کہ فرشتے موتی کی طرح ایک سفید عمود اٹھائے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا: تم کیا اٹھائے ہوئے ہو؟ انہوں نے کہا: یہ اسلام کا ستون ہے ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اس کو شام میں رکھ دیں۔۔ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا تو میں نے دیکھا کہ عمود الکتاب (ایمان) میرے تکیہ کے نیچے سے نکالا جا رہا ہے۔ میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین سے لے لیا۔ جب میری آنکھ نے اس کا تعاقب کیا تو دیکھا کہ وہ ایک بلند نور کے مانند میرے سامنے ہے یہاں تک کہ اس کو شام میں رکھ دیا گیا۔ (طبرانی)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اہل شام میں فساد برپا ہو جائے تو پھر تم میں کوئی خیر نہیں ہے۔ میری امت میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت رہے گی جس کو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوگی اور اس کو نیچا دکھانے والے کل قیامت تک اس جماعت کو نقصان نہیں پہونچا سکتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ، طبرانی، صحیح ابن حبان)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے احکام کی پابندی کرے گی، جس کو نیچا دکھانے والے اور مخالفت کرنے والے نقصان نہیں پہونچا سکتے۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آنے تک وہ اللہ کے دین پر قائم رہیں گے۔۔۔۔۔ مالک بن یخامرؒ نے کہا اے امیر المؤمنین! میں نے حضرت معاذؓ سے سنا ہے کہ یہ جماعت ملک شام میں ہوگی۔ (بخاری، مسلم، طبرانی)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں ایک جماعت حق کے لئے لڑتی رہے گی اور قیامت تک حق انہیں کے ساتھ رہے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے

ملک شام کی طرف اشارہ کیا۔ (ابوداؤد، مسند احمد، طبرانی)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں ایک جماعت دمشق اور بیت المقدس کے اطراف میں جہاد کرتی رہے گی۔لیکن اس جماعت کو نیچا دکھانے والے اور اس جماعت کی مخالفت کرنے والے اس جماعت کو نقصان نہیں پہونچا پائیں گے اور قیامت تک حق انہیں کے ساتھ رہے گا۔ (رواہ ابو یعلی ورجالہ ثقات، قال الھیثمی فی مجمع الزوائد)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قتل کرنے کے دن (یعنی جنگ میں) مسلمانوں کا خیمہ الغوطہ میں ہوگا جو دمشق کے قریب واقع ہے۔ (مسند احمد، ابوداؤد)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کا خیمہ الغوطہ میں ہوگا۔اِس جگہ دمشق نامی ایک شہر ہے جو شام کے بہترین شہروں میں سے ایک ہے۔ (صحیح ابن حبان)

☆ حضرت عوف بن مالکؓ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ رسول اللہ ﷺ ایک چھوٹے خیمہ میں موجود تھے۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے اُس وقت مجھے قیامت کی چھ نشانیاں بتائیں۔۔۔ ۱) میری موت۔۔ ۲) بیت المقدس کی فتح۔۔۔ ۳) میری امت میں اچانک موتوں کی کثرت۔۔۔ ۴) میری امت میں فتنہ، جو اُن میں بہت زیادہ جگہ کر جائے گا۔۔۔ ۵) میری امت میں مال ودولت کی فراوانی کہ اگر تم کسی کو ۱۰۰ دینار بھی دوگے تو وہ اس پر (کم سمجھنے کی وجہ سے) ناراض ہوگا۔۔۔

۶) تمہارے اور بنی اصفر (صیہونی طاقتوں) میں جنگ ہوگی، ان کی فوج میں ۸۰ ٹکڑیاں

ہوں گی اور ہر ٹکڑی میں ۱۲۰۰۰ فوجی ہوں گے۔۔۔اس دن مسلمانوں کا خیمہ الغوطہ نامی جگہ میں ہوگا جو دمشق شہر کے قریب میں واقع ہے۔ (رواہ الطبرانی باسناد جید، بیھقی)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شام والو! تمہارے لئے خیر اور بہتری ہو۔ شام والو! تمہارے لئے خیر اور بہتری ہو۔ شام والو! تمہارے لئے خیر اور بہتری ہو۔ صحابۂ کرام نے سوال کیا: کس لئے یارسول اللہ! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رحمت کے فرشتوں نے خیر وبھلائی کے اپنے بازو اس ملک شام پر پھیلا رکھے ہیں (جن سے خصوصی برکتیں اس مقدس خطہ میں نازل ہوتی ہیں)۔ (ترمذی ۳۹۵۴، مسند احمد)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: الشام ارض المحشر ۔۔۔ شام کی سرزمین سے ہی حشر قائم ہوگا۔ (مسند احمد، ابن ماجہ)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول دمشق کے مشرق میں سفید مینار پر ہوگا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

ان دنوں اِس بابرکت خطہ خاص کر سوریا میں مسلمانوں کا ناحق خون بہہ رہا ہے۔ مضمون لکھے جانے تک ہزاروں مسلمانوں کی جان جا چکی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے قیمتی اقوال کی روشنی میں مسلمان ایک دوسرے کے بھائی اور ایک جسم کے مانند ہیں، لہذا ہماری دینی واخلاقی ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی دعاؤں میں اس خطہ میں امن وسکون کے لئے اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ اس خطہ کے مسلمانوں کو متحد فرما، اسلام کے جھنڈے کو بلند فرما۔ اللہ تعالیٰ سوریا میں مسلمانوں کے احوال کو صحیح فرما۔ یا اللہ! سوریا میں

مسلمانوں کے خون خرابے کو ختم فرما۔ اللہ تعالیٰ اس مقدس سرزمین میں امن وسکون پیدا فرما۔ اللہ تعالیٰ سوریا اور فلسطین کے مسلمانوں کو متحد ہو کر اسلام مخالف طاقتوں سے لڑنے والا بنا۔ اللہ تعالیٰ سوریا اور فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کی مدد فرما۔ اللہ تعالیٰ ملک شام کے مسلمانوں کو دین اسلام پر قائم رہنے والا بنا۔ جو عناصر ملک شام کے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ناکام بنادے، ان کو ذلیل کردے۔ آمین۔ ثم آمین۔

﴿نوٹ﴾: یہ مضمون مختلف عربی کتابوں خاص کر **فضائل الشام للحافظ محمد بن احمد بن عبد الهادی الدمشقی الحنبلی المذهب** (جو امام ابن عبدالہادی کے نام سے مشہور ہیں) (۷۰۵ھ۔۷۴۴ھ) سے استفادہ کرکے تحریر کیا گیا ہے حتی الامکان احادیث کے ترجمہ میں احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے۔آمین۔ثم آمین۔ حسب معمول میرا یہ مضمون صرف احادیث صحیحہ پر مشتمل ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ

آج امت مسلمہ خاص کر برصغیر میں رہنے والے مسلمان مختلف جماعتوں، گروہوں اور تنظیموں میں منقسم ہوگئے ہیں۔﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ (سورہ الروم ۳۲)۔ ہر فرقہ اور گروہ سمجھتا ہے کہ وہ ہی حق پر ہے اور دوسرے باطل پر ہیں۔

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف فی نفسہ برا نہیں ہے بشرطیکہ اختلاف کا بنیادی مقصد حقیقت کا اظہار ہو اور اس اختلاف سے کسی کی دل آزاری اور اہانت مطلوب ومقصود نہ ہو۔ اختلاف تو دور نبوت میں بھی تھا۔ بعض امور میں صحابہ کرام کی رائے ایک دوسرے سے مختلف ہوا کرتی تھی۔ بعض مواقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا اور آپ ﷺ نے اپنی رائے کے بجائے صحابہ کرام کے مشورہ پر عمل کیا، مثلاً غزوۂ احد کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کے نقطۂ نظر پر عمل کر کے مدینہ منورہ سے باہر نکل کر کفار مکہ کا مقابلہ کیا۔

غزوۂ احزاب سے واپسی پر نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو فوراً بنوقریظہ روانہ فرمایا اور کہا کہ عصر کی نماز وہاں جا کر پڑھو۔ راستہ میں جب نمازِ عصر کا وقت ختم ہونے لگا تو صحابہ کرام میں عصر کی نماز پڑھنے کے متعلق اختلاف ہوگیا۔ ایک جماعت نے کہا کہ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق ہمیں بنوقریظہ ہی میں جا کر نمازِ عصر پڑھنی چاہئے خواہ عصر کی نماز قضا ہوجائے، جبکہ دوسری جماعت نے کہا کہ آپ ﷺ کے کہنے کا منشا یہ تھا کہ ہم عصر کی نماز کے وقت میں ہی بنوقریظہ پہونچ جائیں گے، لیکن اب چونکہ عصر کے وقت میں بنوقریظہ کی بستی میں پہونچ کر نمازِ عصر پڑھنا ممکن نہیں ہے، لہذا ہمیں عصر کی نماز ابھی پڑھ

لینی چاہئے۔ اس طرح صحابہ کرام دو جماعت میں منقسم ہوگئے، کچھ حضرات نے نماز عصر وہیں پڑھی، جبکہ دوسری جماعت نے بنو قریظہ کی بستی میں جا کر قضا پڑھی۔ جب صبح نبی اکرم ﷺ بنو قریظہ پہونچے اور اس واقعہ سے متعلق تفصیلات معلوم ہوئیں تو آپ ﷺ نے کسی جماعت پر بھی کوئی تنقید نہیں کی اور نہ ہی اس اہم موقع پر آپ ﷺ نے کوئی ہدایت جاری کی، جس سے معلوم ہوا کہ احکام میں اختلاف تو کل قیامت تک جاری رہے گا اور اس نوعیت کا اختلاف مذموم نہیں ہے۔ البتہ عقائد اور اصول میں اختلاف کرنا مذموم ہے۔

علامہ ابن القیمؒ نے اپنی کتاب ﴿الصواعق المرسلة﴾ میں دلائل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان بھی متعدد مسائل میں اختلاف تھا، جن میں سے ایک مسئلہ ایک مجلس میں ایک لفظ سے تین طلاق کے واقع ہونے کے بارے میں ہے۔ یہ اختلاف محض اظہار حق یا تلاش حق کے لئے تھا۔

لیکن! آج ہم اختلاف کے نام پر بغض وعناد کر رہے ہیں، اپنے مکتب فکر کو صحیح اور دیگر مکاتب فکر کو غلط قرار دینے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر رہے ہیں حالانکہ اسلام میں اختلاف کی گنجائش تو ہے مگر بغض وعناد اور لڑائی جھگڑا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا: ﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ (سورہ الانفال ۴۶) آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ بزدل ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

آج غیر مسلم قومیں خاص کر یہود ونصاریٰ کی تمام مادی طاقتیں مسلمانوں کو زیر کرنے میں مصروف ہیں۔ یہ دنیاوی طاقتیں اسلام اور مسلمانوں کو ذلیل ورسوا کرنے کے لئے ہر ممکن

حربہ استعمال کررہی ہیں، جس سے ہر ذی شعور واقف ہے۔لہذا ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ صحابہ اور اکابرین کی سیرت کی روشنی میں اپنے اختلاف کو صرف اظہار حق یا تلاش حق تک محدود رکھیں۔ اپنا موقف ضرور پیش کریں، لیکن دوسرے کی رائے کی صرف اس بنیاد پر مخالفت نہ کریں کہ اس کا تعلق دوسرے مکتب فکر سے ہے۔اب تو دیگر آسمانی مذاہب کے ساتھ بھی ہم آہنگی کی بات شروع ہونے لگی ہے۔لہذا ہمیں امت مسلمہ کے شیرازہ کو بکھیرنے کے بجائے اس میں پیوند کاری کرنی چاہئے۔اگر کسی عالم کے قول میں کچھ نقص ہے تو اس کی زندگی کا بیشتر حصہ سامنے رکھ کر اس کی عبارت میں توجیہ وتاویل کرنی چاہئے، نہ کہ اس پر کفر وشرک کے فتوے لگائے جائیں۔فروعی مسائل میں اختلاف کی صورت میں دیگر مکاتب فکر کی رائے کا احترام کرتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنا موقف ضرور پیش کیا جاسکتا ہے، لیکن دوسرے مکتب فکر کی رائے کی تذلیل اور رسوائی ہماری زندگی کا مقصد نہیں ہونا چاہئے۔

برصغیر میں مختلف مکاتب فکر کے آپسی اختلافات کا شکار حدیث کی بے لوث خدمت کرنے والی شخصیت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی بھی ہے۔فضائل سے متعلق ان کی تحریر کردہ ۹ کتابوں کے مجموعہ ﴿فضائل اعمال﴾ کو بھرپور تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے اور ان کی علم حدیث کی عظیم خدمات کو ہی پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ ان ۹ کتابوں کے مجموعہ پر مختلف اعتراضات کئے گئے، جن کے متعدد جوابات شائع ہوئے اور یہ سلسلہ برابر جاری وساری ہے۔اس سلسلہ کی اہم کڑی حضرت مولانا لطیف الرحمٰن صاحب قاسمی کی عربی زبان میں تحریر کردہ وہ جامع کتاب ﴿تحقیق المقال فی تخریج احادیث فضائل الاعمال

للشيخ محمد زكريا﴿﴾ ہے جو بیروت (لبنان) اور دبئی سے شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور ۶۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہندو پاک میں اس کے دو ترجمہ اختصار کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے ان ۹ کتابوں کے مجموعہ پر اعتراضات کا خلاصہ دو امور پر مشتمل ہے:

۱) کتاب میں ضعیف احادیث بھی تحریر کی گئی ہیں۔

۲) بزرگوں کے واقعات کثرت سے ذکر کیے گئے ہیں۔

مسئلہ کی وضاحت سے قبل چند تاریخی حقائق کو سمجھیں:

☆ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں حدیث لکھنے کی عام اجازت نہیں تھی تا کہ قرآن وحدیث میں اختلاط نہ پیدا ہو جائے۔

☆ خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی حدیث لکھنے کا نظم صرف انفرادی طور پر اور وہ بھی محدود پیمانے پر تھا۔

☆ ۲۰۰ ہجری سے ۳۰۰ ہجری کے درمیان احادیث لکھنے کا خاص اہتمام ہوا، چنانچہ حدیث کی مشہور ومعروف کتابیں: بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ، نسائی وغیرہ (جن کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے) اسی دور میں تحریر کی گئی ہیں، جبکہ موطا امام مالک ۱۶۰ ہجری کے قریب تحریر ہوئی۔ ان احادیث کی کتابوں کی تحریر سے قبل ہی ۱۵۰ ہجری میں امام ابوحنیفہؒ (شیخ نعمان بن ثابت) کی وفات ہو چکی تھی۔ امام محمدؒ کی روایت سے امام ابوحنیفہؒ کی حدیث کی کتاب

﴿کتاب الآثار﴾ ان احادیث کی کتابوں کی تحریر سے قبل مرتب ہوگئی تھی۔

☆ نبی اکرم ﷺ کے فرمان یا عمل کو جو حدیث ذکر کرنے کا بنیادی مقصد ہوتا ہے، **متن حدیث** کہا جاتا ہے۔

☆ جن واسطوں سے یہ حدیث محدث تک پہنچتی ہے اس کو **سند حدیث** کہتے ہیں۔ حدیث کی مشہور کتابوں میں محدث اور صحابی کے درمیان عموماً دو یا تین یا چار واسطے ہیں، کہیں کہیں اس سے زیادہ بھی ہیں۔

☆ احادیث کی کتابیں تحریر ہونے کے بعد حدیث بیان کرنے والے راویوں پر **باقاعدہ بحث** ہوئی، جس کو **اسماء الرجال** کی بحث کہا جاتا ہے۔ احکام شرعیہ میں علماء وفقہاء کے اختلاف کی طرح بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ شدید اختلاف محدثین کا راویوں کو ضعیف اور ثقہ قرار دینے میں ہے۔ یعنی ایک حدیث ایک محدث کے نقطۂ نظر میں ضعیف اور دیگر محدثین کی رائے میں صحیح ہوسکتی ہے۔

☆ سند میں اگر کوئی راوی غیر معروف ثابت ہوا یعنی یہ معلوم نہیں کہ وہ کون ہے، یا اس نے کسی ایک موقع پر جھوٹ بولا ہے، یا سند میں انقطاع ہے۔۔۔۔۔ تو اس بنیاد پر محدثین وفقہاء احتیاط کے طور پر اس راوی کی حدیث کو عقائد اور احکام میں قبول نہیں کرتے ہیں بلکہ جو عقائد یا احکام صحیح مستند احادیث سے ثابت ہوئے ہیں ان کے فضائل کے لئے قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ بخاری ومسلم کے علاوہ حدیث کی مشہور ومعروف تمام ہی کتابوں میں ضعیف احادیث کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے، اور امت مسلمہ ان کتابوں کو زمانۂ قدیم سے قبولیت کا شرف دئے ہوئے ہے، حتی کہ بخاری کی تعالیق اور مسلم کی شواہد میں بھی

ضعیف احادیث موجود ہیں۔ امام بخاریؒ نے حدیث کی متعدد کتابیں تحریر فرمائیں، بخاری شریف کے علاوہ ان کی بھی تمام کتابوں میں ضعیف احادیث کثرت سے موجود ہیں۔

﴿نوٹ﴾: اگر ضعیف احادیث قابل اعتبار نہیں ہیں تو سوال یہ ہے کہ محدثین نے اپنی کتابوں میں انہیں کیوں جمع کیا؟ اوران کے لئے طویل سفر کیوں کئے؟ نیز یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ اگر ضعیف حدیث کو قابل اعتبار نہیں سمجھا جائے گا تو سیرت نبوی اور تاریخ اسلام کا ایک بڑا حصہ دفن کرنا پڑے گا۔ زمانہ قدیم سے جمہور محدثین کا اصول یہی ہے کہ ضعیف حدیث فضائل میں معتبر ہے اورانہوں نے ضعیف حدیث کو صحیح حدیث کی اقسام کے ضمن میں ہی شمار کیا ہے۔

مسلم شریف کی سب سے زیادہ مقبول شرح لکھنے والے امام نوویؒ (مؤلف ریاض الصالحین) فرماتے ہیں: محدثین، فقہاء، اوران کے علاوہ جمہور علماء نے فرمایا ہے کہ ضعیف حدیث پرعمل کرنا فضائل اور ترغیب وترہیب میں جائز اور مستحب ہے۔ (الاذکار، ص ۷۔۸)

اسی اصول کودیگر علماء ومحدثین نے تحریر فرمایا هے جن میں سے بعض کے نام یہ هیں:

شیخ ملاعلی قاریؒ (موضوعات کبیرہ ص۵، شرح العقاریہ ج۱ ص۹، فتح باب العنایہ ۱/۴۹)

شیخ امام حاکم ابوعبداللہ نیشاپوریؒ (مستدرک حاکم ج۱، ص۴۹۰)

شیخ ابن حجر الہیثمیؒ (فتح المبین، ص۳۲)

شیخ ابومحمد بن قدامہ (المغنی ۱/۱۰۴۴)

شیخ علامہ الشوکانیؒ (نیل الاوطار ۳ / ٦٨)

شیخ حافظ ابن رجب حنبلیؒ (شرح علل الترمذی ۲/۱۱۷۔۷۴)

شیخ علامہ ابن تیمیہ حنبلیؒ (فتاویٰ ج ۱ ص ۳۹)

شیخ نواب صدیق حسن خانؒ (دلیل الطالب علی المطالب ص ۸۸۹)

جہاں تک بزرگوں کے واقعات بیان کرنے کا تعلق ہے تو اس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ صرف قرآن وحدیث سے ثابت شدہ حکم کی تائید کے لئے کسی بزرگ کا واقعہ ذکر کیا جاتا ہے۔ بزرگوں کے واقعات تحریر کرنے کا رواج ہر وقت اور ہر مکتب فکر میں موجود ہے، جیسا کہ مولانا لطیف الرحمٰن قاسمی صاحب نے اپنی کتاب ﴿تحقیق المقال فی تخریج احادیث فضائل الاعمال للشیخ محمد زکریاؒ ﴾ میں دیگر مکاتب فکر کے متعدد علماء کی کتابوں کے نام حوالوں کے ساتھ تحریر فرمائے ہیں۔ امت مسلمہ کا ایک بڑا حصہ اس بات پر متفق ہے کہ کبھی کبھی بزرگوں کے ذریعہ ایسے واقعات رونما ہوجاتے ہیں جن کا عام آدمی سے صدور مشکل ہوتا ہے۔ نیز اگر مان بھی لیا جائے کہ کتاب میں بعض واقعات کا ذکر غیر مناسب ہے یا چند موضوع احادیث ذکر کردی گئی ہیں، اگرچہ وہ احادیث کی مشہور ومعروف کتابوں سے ہی لی گئی ہیں، تو صرف اس بنیاد پر ان کی حدیث کی خدمات کو نظر انداز کرنا ان کی عظیم شخصیت کے ساتھ انصاف نہیں ہے۔ شیخ الحدیثؒ نے چالیس سال سے زیادہ حدیث کی کتابیں پڑھائیں، کوئی تنخواہ نہیں لی۔ سو سے زیادہ عربی واردو زبان میں کتابیں تحریر فرمائیں، ایک کتاب کے حقوق بھی اپنے لئے محفوظ نہیں رکھے۔ ۱۸ جلدوں پر مشتمل ﴿اوجز المسالک الی موطا امام مالک ﴾ کتاب عربی زبان میں تحریر

فرمائی، جس سے لاکھوں عرب وعجم نے استفادہ کیا اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ؒ کی شخصیت:

شیخ الحدیثؒ ۱۰ رمضان ۱۳۱۵ھ (۱۲ فروری ۱۸۹۸) کو ضلع مظفر نگر کے قصبہ کاندھلہ کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے، آپ کے والد شیخ محمد یحییٰؒ مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں استاذ حدیث تھے۔ آپ کے دادا شیخ محمد اسماعیلؒ بھی ایک بڑے جید عالم تھے۔ آپ کے چچا شیخ محمد الیاسؒ ہیں جو فاضل دارالعلوم دیو بند ہونے کے ساتھ تبلیغی جماعت کے مؤسس بھی ہیں، جنہوں نے امت مسلمہ کی اصلاح کے لئے مخلصانہ کوشش کرتے ہوئے ایک ایسی جماعت کی بنیاد ڈالی، جسکی ایثار وقربانی کی بظاہر کوئی نظیر اس دور میں نہیں ملتی، اور یہ جماعت ایک مختصر عرصہ میں دنیا کے چپہ چپہ میں یہاں تک کہ عربوں میں بھی پھیل چکی ہے۔ ٦ خلیجی ممالک، ۲۲ عرب ممالک اور ۵۷ اسلامی ممالک مل کر بھی آج تک کوئی ایسی منظّم جماعت نہیں تیار کر سکے، جس کی ایک آواز پر بغیر کسی اشتہاری وسیلہ کے لاکھوں کا مجمع پلک جھپکتے ہی جمع ہو جائے۔۔۔ عمومی طور پر اب ہماری زندگی دن بدن منظّم ہوتی جارہی ہے، چنانچہ اسکول، کالج اور یونیورسٹی حتیٰ کہ مدارس عربیہ اسلامیہ میں بھی داخلہ کا ایک معین وقت، داخلہ کے لئے ٹیسٹ اور انٹرویو، کلاسوں کا نظم ونسق، پھر امتحانات اور ۳ یا ۵ یا ۸ سالہ کورس اور ہر سال کے لئے معین کتابیں پڑھنے پڑھانے کی تحدید کر دی گئی ہے۔ حالانکہ قرآن وحدیث سے ان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اسی طرح اپنی اور بھائیوں کی اصلاح کے لئے کوئی وقت متعین نہیں ہونا چاہئے، لیکن تعلیم وملازمت وکاروبار غرضیکہ ہماری زندگیوں کے منظّم شیڈیول کو سامنے رکھتے ہوئے اکابرین نے اس محنت کے

لئے بھی وقت کی ایک ترتیب دے دی ہے۔۔۔ انفرادی طور پر جب ہمارے اندر کمیاں موجود ہیں تو اجتماعی طور پر کام کرنے کی صورت میں کمیاں ختم نہیں ہو جائیں گی۔ موجودہ دور کی کوئی بھی اسلامی تنظیم تنقید سے خالی نہیں ہے۔۔۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیخ محمد الیاسؒ کی فکر سے وجود میں آنی والی اپنی اور بھائیوں کی اصلاح کی مذکورہ کوشش مجموعی اعتبار سے بے شمار خوبیاں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے چچازاد بھائی شیخ محمد یوسف بن شیخ محمد الیاسؒ تھے جنہوں نے عربی زبان میں تین جلدوں پر مشتمل حیاۃ الصحابہ تحریر فرمائی، جس کے مختلف زبانوں میں ترجمہ بھی ہوئے، جو عرب وعجم میں لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوئے اور ہو رہے ہیں، جن سے لاکھوں کی تعداد نے استفادہ کیا اور کر رہے ہیں۔

اس خاندان نے عربی و اردو میں سینکڑوں کتابیں تحریر کیں لیکن خلوص وللّٰہیت کی واضح علامت یہ ہے کہ ایک کتاب کے حقوق بھی اپنے لئے محفوظ نہیں کئے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم کی امید کے ساتھ اعلان کر دیا کہ جو چاہے شائع کرے، فروخت کرے، تقسیم کرے، چنانچہ دنیا کے بے شمار ناشرین خاص کر لبنان کے متعدد ناشرین اس خاندان کی عربی کتابیں بڑی مقدار میں شائع کر رہے ہیں اور عربوں میں ان کی کتابیں بہت مقبول ہیں۔ سعودی عرب کے تقریباً تمام بڑے مکتبوں میں ان کی کتابیں (مثلاً اوجز المسالک الی موطا امام مالک اور حیاۃ الصحابہ) دستیاب ہیں۔

۱۲ سال کی عمر میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں داخلہ لیا۔ دارالعلوم دیوبند کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور برصغیر کا سب سے بڑا مدرسہ شمار

کیا جاتا ہے جس کی بنیاد دارالعلوم دیوبند کے ٦ ماہ بعد رکھی گئی تھی۔ شیخ الحدیثؒ کے حدیث کے اہم اساتذہ میں شیخ خلیل احمد سہارن پوریؒ، آپ کے والد شیخ محمد یحییٰؒ اور آپ کے چچا شیخ محمد الیاسؒ تھے۔

والد کے انتقال کے بعد صرف ٢٠ سال کی عمر میں (١٣٣٥ھ میں) مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں استاذ ہوگئے۔ ١٣٤١ھ میں اپنے شیخ خلیل احمد سہارن پوریؒ کے اصرار پر صرف ٢٦ سال کی عمر میں بخاری شریف کا درس دینا شروع فرمادیا۔ ١٣٤٥ھ میں نبی اکرم ﷺ کے شہر مدینہ منورہ میں ایک سال قیام فرمایا اور مدرسہ العلوم الشرعیہ (مدینہ منورہ) میں حدیث کی مشہور کتاب ابوداود پڑھائی۔ یہ مدرسہ آج بھی موجود ہے، جس کے ذمہ دار سید حبیب مدنی ؒ کے بڑے صاحبزادہ ہیں۔ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران ہی اپنی مشہور کتاب اوجز المسالک الی موطا امام مالک کی تالیف شروع فرمادی تھی، اس وقت آپ کی عمر صرف ٢٩ سال تھی۔ ١٣٤٦ھ میں مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد دوبارہ مدرسہ مظاہر العلوم میں حدیث کی کتابیں خاص کر بخاری شریف اور ابوداود پڑھانے لگے اور یہ سلسلہ ١٣٨٨ھ یعنی ٧٣ سال کی عمر تک جاری رہا۔ غرضیکہ آپ نے ٥٠ سال سے زیادہ حدیث پڑھانے اور لکھنے میں گزارے اور اس طرح ہزاروں طلبہ نے آپ سے حدیث پڑھی جو دین اسلام کی خدمت کے لئے دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئے۔

شیخ الحدیثؒ نے حج کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے متعدد سفر کئے۔ ١٣٤٥ھ میں آپ اپنے استاذ شیخ خلیل احمد سہارن پوریؒ کے ساتھ مدینہ منورہ میں مقیم تھے کہ آپ کے استاذ محترم کا انتقال ہوگیا اور وہ جنت البقیع میں اہل بیت کے قریب دفن کئے

گئے۔شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی بھی خواہش تھی کہ مدینہ منورہ میں ہی مولائے حقیقی سے جاملوں، چنانچہ بتاریخ یکم شعبان ۱۴۰۲ ہجری (24 May 1982) مدینہ منورہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ایک عظیم جم غفیر کی موجودگی میں مدینہ منورہ کے مشہور ومعروف قبرستان البقیع کے اس خطہ میں دفن کئے گئے جہاں اب تدفین کا سلسلہ بند ہوگیا ہے۔مسجد نبوی کے تقریباً تمام ائمہ شیخ الحدیثؒ کے جنازہ میں شریک تھے۔شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے بھتیجے سید حبیب مدنیؒ (سابق رئیس الاوقاف، مدینہ منورہ) نے اپنی نگرانی میں شیخ الحدیثؒ کی قبراُن کے استاذ شیخ خلیل احمد سہارن پوریؒ کے جوار میں بنوائی،اس طرح دونوں شیوخ اہل بیت کے قریب ہی مدفون ہیں۔دارالعلوم دیوبند کے استاذ اور مجاہد آزادی شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ نے چند مرحلوں میں تقریباً ۱۵ سال مسجد نبوی میں علوم نبوت کا درس دیا۔ ان کے بھتیجے سید حبیب مدنیؒ ایک طویل عرصہ تک مدینہ منورہ کے گورنر کی سرپرستی میں مدینہ منورہ کے انتظامی امور دیکھتے رہے،غرضیکہ وہ عرصۂ دراز تک مساعد گورنر تھے۔سعودی عرب میں کوئی بھی ہندنژاد سعودی اتنے بڑے عہدہ پر فائز نہیں ہوا۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مدینہ میں مرسکتا ہے (یعنی یہاں آکر موت تک قیام کرسکتا ہے) اسے ضرور مدینہ میں مرنا چاہئے کیونکہ میں اس شخص کی شفاعت کروں گا جو مدینہ منورہ میں مرے گا۔ (ترمذی)

شیخ الحدیثؒ کو آخری عمر میں (۱۳۹۷ھ میں) سعودی شہریت (Saudi Nationality) بھی مل گئی تھی اور انہوں نے سعودی پاسپورٹ سے ہی ہندوستان کا آخری سفر اور اس سے قبل ساؤتھ افریقہ کا سفر کیا تھا۔شیخ الحدیثؒ کے خلیفہ شیخ عبدالحفیظ

عبدالحق مکی صاحب بھی سعودی ہیں جو اپنے خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ ۱۹۵۲ میں ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہوئے، مکہ مکرمہ میں مکتبہ امدادیہ کے مالک ہیں۔ اس مکتبہ سے ہندوپاک کے علماء کی عربی کتابیں سعودی حکومت کی اجازت کے بعد بڑی مقدار میں شائع ہوتی ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی علمی خدمات:

شیخ الحدیثؒ نے عربی اور اردو میں ۱۰۰ سے زیادہ کتابیں تحریر فرمائی ہیں جن میں سے بعض اہم کتابوں کا مختصر تعارف عرض ہے:

اوجز المسالک الی موطا امام مالک: یہ کتاب عربی زبان میں ہے جو حدیث کی مشہور و معروف کتاب مؤطا امام مالک کی شرح ہے۔ اس کتاب کی ۱۸ جلدیں ہیں جو آپ نے درس حدیث اور دیگر مصروفیات کے ساتھ ۱۳۷۵ھ میں ۳۰ سال کی جدوجہد کے بعد تحریر فرمائی۔ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران اس کتاب کی تالیف شروع فرمائی تھی، اس وقت آپ کی عمر صرف ۲۹ سال تھی۔ دنیا کے تقریباً تمام مکاتب فکر کے علماء اس کتاب سے استفادہ کرتے ہیں۔ لبنان کے متعدد ناشرین اس کتاب کے لاکھوں کی تعداد میں نسخے شائع کررہے ہیں۔ سعودی عرب کی تقریباً تمام ہی لائبریریوں اور مکتبوں کی یہ کتاب زینت بنی ہوئی ہے، مالکی حضرات اس کتاب کو نہایت عزت واحترام کے ساتھ پڑھتے اور پڑھاتے ہیں، یہاں تک کہ بعض مالکی علماء نے فرمایا ہے کہ ہمیں بعض فروعی مسائل سے واقفیت صرف اسی کتاب سے ہوئی ہے۔ بعض ناشرین نے اس کتاب کو ۱۵ جلدوں میں شائع کیا ہے۔

الابواب والتراجم للبخاری : اس کتاب میں بخاری شریف کے ابواب کی وضاحت کی گئی ہے۔ بخاری شریف میں احادیث کے مجموعہ کے عنوان پر بحث ایک مستقل علم کی حیثیت رکھتی ہے جسے ترجمۃ الابواب کہتے ہیں۔ شیخ زکریاؒ نے اس کتاب میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور علامہ ابن حجر العسقلانیؒ جیسے علماء کے ذریعہ بخاری کے ابواب کے بارے میں کی گئی وضاحتیں ذکر کرنے کے بعد اپنی تحقیقی رائے پیش کی ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور اس کی ۶ جلدیں ہیں۔

لامع الدراری علی جامع صحیح البخاری : یہ مجموعہ دراصل شیخ رشید احمد گنگوہیؒ کا درسِ بخاری ہے جو شیخ الحدیثؒ کے والد شیخ محمد یحییٰؒ نے اردو زبان میں قلم بند کیا تھا۔ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے اس کا عربی زبان میں ترجمہ کیا اور اپنی طرف سے کچھ حذف واضافات کر کے کتاب کی تعلیق اور حواشی تحریر فرمائے۔ اس طرح شیخ الحدیثؒ کی ۱۲ سال کی انتہائی کوشش اور محنت کی وجہ سے یہ عظیم کتاب منظرِ عام پر آئی۔ اس کتاب پر شیخ الحدیثؒ کا مقدمہ بے شمار خوبیوں کا حامل ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور اس کی ۱۰ جلدیں ہیں۔

بذل المجھود فی حل ابی داود: یہ کتاب شیخ خلیل احمد سہارن پوریؒ کی تحریر کردہ ہے لیکن شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی چند سالوں کی کوشش کے بعد ہی ۱۳۴۵ ہجری میں مدینہ منورہ میں مکمل ہوئی۔ اس کتاب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ شیخ الحدیثؒ نے اپنے استاذ سے زیادہ وقت لگا کر اس کتاب کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور اس کی تقریباً ۲۰ جلدیں ہیں۔

الکوکب الدری علی جامع الترمذی : یہ مجموعہ دراصل شیخ رشید احمد گنگوہیؒ کا اردو زبان میں درسِ ترمذی شریف ہے جو شیخ الحدیثؒ نے عربی زبان میں ترجمہ کرکے اپنی تعلیقات کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور اس کی ۴ جلدیں ہیں۔

جزء حجة الوداع وعمرات النبی ﷺ: اس کتاب میں شیخ الحدیثؒ نے حضور اکرم ﷺ کے حج اور عمرہ سے متعلق تفصیل ذکر فرمائی ہے۔ حج اور عمرہ کے مختلف مسائل اور مراحل، نیز ان جگہوں کے موجودہ نام جہاں حضور اکرم ﷺ نے قیام فرمایا تھا یا جہاں سے گزرے تھے، ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔

خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی: امام ترمذیؒ کی مشہور تالیف ﴿الشمائل المحمدیة﴾ کا تفصیلی جائزہ اردو زبان میں تحریر کیا ہے۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

شیخ الحدیث کی چند دیگر عربی کتابیں:

وجوب اعفاء اللحیة، اصول الحدیث علی مذهب الحنفیة، اولیات القیامة، تبویب احکام القرآن للجصاص، تبویب تاویل مختلف الاحادیث لابن قتیبة، تبویب مشکل الآثار للطحاوی، تقریر المشکاة مع تعلیقاته، تقریر النسائی، تلخیص البذل، جامع الروایات والاجزاء، جزء اختلاف الصلاة، جزء الاعمال بالنیات، جزء افضل الاعمال، جزء امراء المدینة، جزء انکحته ﷺ، جزء تخریج حدیث عائشة فی قصة بریرة، جزء الجهاد، جزء رفع الیدین، جزء طرق المدینة، جزء المبهمات فی الاسانید والروایات، جزء ما قال المحدثون فی الامام

الاعظم، جزء مکفرات الذنوب، جزء ملتقط المرقاة، جزء ملتقط الرواة عن المرقاة، حواشی علی الهدایة، شرح سلم العلوم، الوقائع والدهور (تین جلدیں، پہلی جلد نبی اکرم ﷺ کی سیرت کے متعلق، دوسری جلد خلفاء راشدین کے متعلق اور تیسری جلد دیگر حکمرانوں کی تاریخ کے متعلق)۔

شیخ الحدیث کی چند اردو کتابیں:

الاعتدال فی مراتب الرجال، آپ بیتی (۷ جلدیں)، اسباب اختلاف الائمہ، التاریخ الکبیر، سیرت صدیق ؓ، نظام مظاہر العلوم (دستور)، تاریخ مظاہر العلوم، شرح الالفیۃ (تین جلدیں)، اکابر کا تقویٰ، اکابر کا رمضان، اکابر علماء دیوبند، شریعت وطریقت کا تلازم (اس کا عربی زبان میں ترجمہ مصر سے شائع ہو چکا ہے)، موت کی یاد، فضائل زبان عربی، فضائل تجارت اور فضائل پر مشتمل ۹ کتابوں کا مجموعہ فضائل اعمال۔

چند سطریں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ؒ کی شخصیت کے متعلق تحریر کی ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ تفصیلات کے لئے دیگر کتابوں کے ساتھ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ کی کتاب ﴿تذکرۂ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ؒ﴾ کا مطالعہ فرمائیں۔ میرے ہر ہر لفظ سے آپ کا متفق ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، البتہ فضائل اعمال کو سامنے رکھ کر شیخ الحدیث ؒ کی شخصیت پر کچھ کہنے یا لکھنے سے قبل ان کی دیگر تصانیف خاص کر ۱۸ جلدوں پر مشتمل مشہور ومعروف عربی زبان میں تحریر کردہ کتاب ﴿اوجز المسالک الی مؤطا امام مالک﴾ کا مطالعہ کرلیں۔ عربی سے واقفیت نہ ہونے کی صورت میں دنیا کے کسی بھی خطہ کے معروف عالم خاص کر عرب علماء سے اس کتاب کے متعلق معلومات حاصل کرلیں۔

مجاہد آزادی وشیخ الحدیث
مولانا محمد اسماعیل سنبھلیؒ

سنبھل صوبہ اتر پردیش کا ایک تاریخی شہر ہے جو اپنی تعلیمی اور ثقافتی روایات کی بناء پر تاریخی ریاست روہیل کھنڈ میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ شیخ حاتمؒ جیسی عظیم شخصیت نے وہاں علم کی قندیل روشن کی اور ملا عبدالقادر بدایونیؒ، ابوالفضلؒ اور دارالعلوم دیوبند کے مشہور استاذ علامہ محمد حسین بہاری رحمۃ اللہ علیہ جیسی مایہ ناز ہستیوں نے حصول علم کی غرض سے وہاں کے لئے رخت سفر باندھا۔

سنبھل کی تاریخ میں انگریز حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والوں کی ایک طویل فہرست موجود ہے۔ مولانا اسمٰعیل سنبھلیؒ کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالقیومؒ، لالہ پریم پال، قاری عبدالحقؒ، مولانا مقصود ترکیؒ، چودھری ریاست علیؒ، لالہ چندو لال، لالہ روپ کشور، مولوی نورالحسنؒ، شیخ عبدالرحیمؒ، چیتن سواروپ، رادھے لال پودار، منشی معین الدینؒ، مولوی سلطان احمدؒ، مولوی عبدالوحیدؒ، مولانا منصور انصاریؒ اور مولانا اسمٰعیل سنبھلیؒ کا نام ان میں سرفہرست ہے۔

مولانا کا تعلق اتر پردیش کے مردم خیز علاقہ اور مشہور ومعروف شہر سنبھل سے تھا۔ ان کی صحیح تاریخ پیدائش کا علم تو کسی کو نہیں ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق وہ ۱۸۹۹ء میں محلہ دیپا سرائے میں پیدا ہوئے۔ اور ترک برادری کے سرور والے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد منشی کفایت اللہ کا شمار علاقہ کے تعلیم یافتہ حضرات میں ہوتا تھا اور وہ اپنی کنیت منشی جی سے مشہور تھے۔ آپ کے دادا کا نام سرور حسین تھا جو امروہہ میں منڈھا گاؤں کے رہنے

والے تھے اور بعد میں سنبھل منتقل ہو گئے۔ یہی آپ کے خاندان کے نام (سرور والے خاندان) کی وجہ تسمیہ تھی۔ آپ مدرسہ دارالعلوم المحمدیہ سنبھل میں ابتدائی تعلیم حاصل کر رہی رہے تھے کہ والدمحترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اور آپ کو آپ کے بڑے بھائی کے یہاں بہاولپور پہنچا دیا گیا جہاں آپ نے شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے خلیفہ اور مولانا منصور انصاریؒ کے رشتہ دار و جامعہ عثمانیہ کے صدر و شیخ الحدیث مولانا فاروق احمدؒ سے تعلیم حاصل کی۔ بہاولپور میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ اپنے مادر وطن سنبھل تشریف لائے اور مدرسہ سراج العلوم میں اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھا۔ اسی دوران جلیان والا باغ کا وہ عظیم سانحہ پیش آیا جس نے پورے ہندوستان میں ایک آگ لگا دی۔ چنانچہ سنبھل کے گل چھتر باغ میں ایک بہت بڑا اجتماع ہوا جس میں مولانا اسمٰعیل سنبھلیؒ نے ایک انتہائی دل انگیز اور ولولہ خیز تقریر کی اور اس تقریر نے عوام کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ یہیں سے ان کی سماجی اور سیاسی زندگی شروع ہوئی اور ان کو رئیس المقررین کا خطاب دیا گیا۔

برطانیہ کے ذریعہ ترکی کے شکست کھانے کے بعد مسلمان بہت زیادہ متاثر ہوئے چنانچہ ۲۲ نومبر ۱۹۱۹ء کو خلافت کمیٹی کی بنیاد رکھی گئی اور دہلی میں جمعیت علماء ہند کا قیام عمل میں آیا۔ پورے ملک میں خلافت کی تحریک چلائی گئی۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کی وفات کے چند ماہ بعد مولانا اسمٰعیل سنبھلیؒ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا جہاں ان کے خیالات میں مزید پختگی پیدا ہوئی اور پورے جوش و خروش کے ساتھ قومی و ملی مسائل میں حصہ لینا شروع کر دیا چنانچہ زمانۂ طالب علمی میں ہی ۲۲ فروری ۱۹۲۱ء کو انکی شعلہ بار تقریروں کی وجہ سے انہیں گرفتار کر لیا گیا اور دو تین دن بعد ان کے کیس کو مراد آباد جیل میں منتقل کرا نہیں دو سال کی

قید با مشقت کی سخت سزا سنائی گئی۔ پھر تمام سیاسی لوگوں کو سخت سے سخت صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔ مولانا اور ان کے ساتھیوں کو ہر طرح کے پر تشدد واقعات برداشت کرنے پڑے، غلامی کی زندگی گذارنی پڑی، جیل بھیجے گئے، ان کو خاموش کرنے کی حد درجہ کوششیں کی گئیں گویا ہر طرح سے انہیں تختہ مشق بنایا گیا۔ اس کے باوجود انہوں نے گھٹنے نہیں ٹیکے۔ بالآخر جیل کی مدت پوری ہونے کے بعد انہیں رہا کر دیا گیا اور گھر واپس آنے کے بعد اپنی پوری توجہ تعلیم مکمل کرنے پر مرکوز کر دی اور مدرسۃ الشرع کٹرہ موسیٰ خان میں داخلہ لیا جہاں مولانا عبدالمجیدؒ، مولانا کریم بخشؒ اور مولانا محمد ابراہیمؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر شریعت کے مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل کی۔ اس کے بعد علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا شبیر احمد عثانیؒ اور دیگر اساتذۂ کرام سے کسب فیض کے لئے ایک بار پھر دیوبند کا سفر کیا۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد ۱۹۲۴ء میں مدرسہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں بحیثیت مدرس ان کا تقرر کر لیا گیا۔ ۱۹۳۰ء میں ملک میں ایک عظیم تبدیلی رونما ہوئی اور کانگریس نے مکمل آزادی کا اعلان کر دیا چنانچہ ۲۶ جنوری ۱۹۳۰ء کو پورے ملک میں یوم آزادی کا جشن منایا گیا۔ ۱۳ مارچ ۱۹۳۰ء کو مہاتما گاندھی نے اپنی تحریک نمک ستیہ گرہ کی پامالی کے خلاف ڈانڈی مارچ تحریک شروع کی اور سول نافرمانی تحریک بھی چلائی گئی۔ اس سے ناراض ہو کر انگریز حکومت نے لوگوں پر طرح طرح کے ظلم وستم ڈھانے شروع کر دئے۔ ان کو انتہائی بے رحمی کے ساتھ مارا گیا، گولیوں کا نشانہ بنایا گیا اور جیل بھیجا گیا۔ جمعیت علماء ہند نے وقت کی ضرورت کو محسوس کیا اور سول نافرمانی تحریک میں کانگریس کے تعاون کے لئے عزم مصمم کر لیا۔ چنانچہ مفتی کفایت اللہؒ، مولانا احمد سعیدؒ، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد

مدنیؒ اور مولانا مبارک حسین سنبھلیؒ کو جمعیت علماء ہند کے ڈکٹیٹر کے طور پر یکے بعد دیگرے جیل بھیج دیا گیا۔ اس سزا میں مولانا اسمٰعیل سنبھلیؒ کا ساتواں نمبر تھا چنانچہ ۶ مہینے کے لئے وہ بھی قید کر دیئے گئے۔ ابتداء میں ان کو دہلی کے B Class جیل میں رکھا گیا لیکن بعد میں ملتان جیل بھیج دیا گیا اور سزا کی مدت پوری ہونے کے بعد رہا کیا گیا۔

۱۹۳۴ء میں مرکزی کابینہ کے انتخاب کے اعلان کے بعد راجا سلیم پور کی صدارت میں ایک مسلم اتحاد بورڈ بنایا گیا اور اس کو یونائٹیڈ، سینٹرالک، بہار اور مدراس جیسے صوبوں میں الیکشن کرانے کی ذمہ داری سپرد کی گئی۔ شاہ جہاں پور اور بجنور میں سر یعقوبؒ اور مسٹر کریم الرضا خانؒ جو بورڈ کے ممبر تھے، کے درمیان زبردست مقابلہ آرائی ہوئی۔ مراد آباد بورڈ کے انچارج مولانا اسمٰعیل سنبھلیؒ تھے۔ انہوں نے پوری دلجمعی کے ساتھ اس میں حصہ لیا اور بورڈ کے امیدوار الیکشن میں کامیاب ہوئے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ یہ کامیابی بلاشبہ جمعیت علماء ہند اور مولانا اسمٰعیل سنبھلیؒ کی کوششوں کا ہی ثمرہ تھی۔ اسی طرح جب صوبائی الیکشن کا وقت آیا تو مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ وجود میں لایا گیا۔ جمعیت علماء ہند کے ناظم اعلیٰ مولانا احمد سعیدؒ کی طرف سے محمد علی جناح کو بورڈ کے ممبران کے انتخاب کی ذمہ داری سپرد کی گئی۔ مسٹر جناح نے ۵۶ میں سے ۲۲ کا انتخاب کیا جن میں سے ۲۰ جمعیت علماء ہند کے اور ۲ احرار کے ممبران تھے۔ مولانا اسمٰعیل سنبھلیؒ کو یوپی بورڈ کا ممبر بنایا گیا۔ نیز وہ تحصیل بلاری اور مراد آباد کے سنبھل علاقہ سے امیدوار بھی منتخب کیئے گئے۔ ان دنوں زمیندار، نواب، راجہ اور انگلش کا لیبل لگانے والے لوگ خوب لطف اندوز ہوئے کیونکہ انگریز حکومت سے مدد یافتہ لوگوں کا شمار سماج کے معزز لوگوں میں ہوتا تھا لیکن جن لوگوں کا سینہ

قوم کی خدمت سے لبریز تھا انہوں نے انگریز معاون ممبر کو شکست دینے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ سنبھل کی مشہور و معروف شخصیت نواب عاشق حسین خان ؒ کو مولانا اسمٰعیل سنبھلی ؒ کے خلاف ٹکٹ دیا گیا۔ سنبھل بورڈ کے ۲۰ سال تک چیرمین ہونے اور تقریباً اسی مدت تک وہاں کے خصوصی مجسٹریٹ ہونے کی حیثیت سے نواب عاشق حسین خاںؒ لوگوں میں کافی مقبول تھے اور حکومت کو سالانہ دس ہزار روپے ٹیکس بھی دیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود وہ الیکشن میں کامیاب نہیں ہوئے اور مولانا اسمٰعیل سنبھلی ؒ فتح سے ہمکنار ہوئے۔ بلا شبہ ان کی فتح ایک تاریخی فتح تھی جس سے قوم کو اور زیادہ تقویت ملی۔ دوسرے مقامات پر بھی مسلم لیگ کے ممبران کو فتح حاصل ہوئی لیکن الیکشن کے بعد مسٹر علی جناح، حکومت کی پارٹی کے ممبران کو بھی جو کانگریس کے خلاف تھے اس میں شامل کرنے کی کوشش کرنے لگے اور دوسرے ممبران کی مخالفت کو نظر انداز کرتے ہوئے لکھنؤ کی ایک میٹنگ میں ان کو بھی اس میں شامل کر دیا۔ مسٹر ظہیر الدین فاروقی اور دیگر لوگوں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اس حقیقت کو نہیں بھولنا چاہئے کہ جمعیت علماء ہند نے مسلم لیگ کی مدد کی ہے اور یہ کانگریس کے تئیں نرم بھی ہے لیکن مسٹر جناح نے یہ کہہ کر ان کو خاموش کر دیا کہ یہ لوگ بورڈ میں شامل کر دئے گئے ہیں اور اب جمعیت علماء ہند یا احرار کو اصول کے خلاف جانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ الفاظ سن کر مولانا اسمٰعیل سنبھلی ؒ اپنی نشست سے اٹھ گئے اور پوری خود اعتمادی کے ساتھ کہا کہ ہم نے الیکشن کے مقصد کے پیش نظر آپ کا ساتھ دیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم نے اپنے نظریات اور اصول سے سمجھوتہ کر لیا ہے۔ اپنا حل تلاش کرنے کا خود ہمیں حق ہے۔ (ان کی یہ پوری تقریر مولانا حسین احمد مدنی ؒ کی کتاب میں

موجود ہے)۔ چنانچہ مولانا اسمٰعیل سنبھلیؒ اور جمعیت علماء ہند کے حامی ان کے ساتھیوں نے کانگریس کو اختیار کر لیا۔

۱۹۳۹ء میں جب یورپ میں جنگ شروع ہوئی اور حکومت ہند نے ممبران کا اعتماد حاصل کئے بغیر ہندوستانی فوج یورپ بھیج دی تو کانگریس نے اس اقدام کی سخت مخالفت کی اور اسمبلی کا بائیکاٹ کر رام گڑھ میں ۲۰ سے ۲۱ مارچ ۱۹۴۰ء میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کی صدارت میں ایک پروگرام منعقد کیا اور اس میں سول نافرمانی تحریک کا اعلان کر دیا اور ۱۹۴۰ء میں عدم تشدد سول نافرمانی تحریک شروع کی گئی ۔۱۹۴۲ء میں مولانا اسمٰعیل سنبھلیؒ کو مراد آباد میں گرفتار کر ۹ ماہ کے لئے جیل بھیج دیا گیا۔ پھر اگست ۱۹۴۲ء میں کانگریس نے ہندوستان چھوڑو کا نعرہ بلند کیا جس کی وجہ سے مہاتما گاندھی کو گرفتار کر سابرمتی جیل بھیجا گیا اور پورے ملک میں گرفتاری کا سلسلہ جاری ہو گیا چنانچہ مولانا اسمعیل سنبھلیؒ کو ایک بار پھر گرفتار کر غیر معینہ مدت کے لئے مراد آباد جیل بھیج دیا گیا اور ایک سال بعد رہا کئے گئے۔

۱۹۴۶ء میں الیکشن کے اعلان کے بعد کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان رسہ کشی بالکل اعلیٰ پیمانہ پر تھی۔ مسلم لیگ کے نعرہ کے سامنے کانگریس کی حمایت ایک بہادری کا کام تھا۔ چنانچہ مولانا اسمٰعیل سنبھلیؒ مسلم لیگ کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ ابتداء میں اپنے لوگوں کے دھوکہ کی وجہ سے انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا لیکن دوسرے الیکشن میں مولانا کی طرف سے پرچۂ نامزدگی داخل کئے جانے کے بعد بغیر کسی مقابلہ آرائی کے کامیابی ان کے قدم بوس ہوئی اور ۱۹۵۲ء تک وہ MLA رہے۔ ذہنی انتشار کی وجہ سے ۱۹۴۶ء میں مدرسہ شاہی مراد آباد کی مدرسی کو بھی خیر باد کہنا پڑا۔ پھر ۱۹۵۲ء تک جمعیت علماء ہند کے ناظم اعلیٰ کی

حیثیت سے دہلی میں مقیم رہے۔ اور چار سال تک اسی پلیٹ فارم سے سماجی اور سیاسی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۷ء میں جمعیت علماء ہند سے مستعفی ہو کر سنبھل پہنچے اور اپنے شیخ مولانا حسین احمد مدنیؒ کے حکم اور مدرسہ چلّہ امروہہ کے منتظمین کی درخواست پر مدرسہ ہٰذا میں شیخ الحدیث کا عہدہ قبول فرمایا۔ ۱۹۶۲ء میں مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں انہیں شیخ الحدیث مقرر کیا گیا اور تقریبا تین سال تک وہاں حدیث کی خدمت انجام دیتے رہے۔ بعد میں بار بار کی درخواست پر انہوں نے مدرسہ تعلیم الاسلام (آنند، گجرات) کا رخ کیا اور آٹھ سال تک وہاں بحیثیت شیخ الحدیث قیام پذیر رہے۔ اس طرح مختلف اداروں میں کم وبیش ۱۶ سال تک آپ شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہے۔ ۱۹۷۴ء میں ملازمت کا خیال ترک کر کے وہ سنبھل واپس آ گئے اور اپنی نامکمل کتابوں کی تکمیل میں مشغول ہو گئے۔ تقلید ائمہ، اخبار التنزیل اور مقامات تصوف ان کی مشہور و معروف کتابیں ہیں۔ اسی دوران موانہ (میرٹھ) کے لوگوں کی درخواست پر وہ وہاں گئے اور آٹھ ماہ قیام فرمایا۔ موانہ میں قیام کے دوران انہوں نے آٹھ ماہ تک درس قرآن دیا۔ اسی طرح قرآن کریم کی تفسیر بیان کرنے کے لئے کئی سال ماہِ رمضان ممبئی میں گذارا۔ اگر چہ آخری رمضان میں انہیں ہر افطار کے بعد انجکشن لینا پڑتا تھا لیکن درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا اور پورا رمضان اسی کیفیت میں گذرا۔ اسی بیماری کی حالت میں آپ سنبھل واپس تشریف لے آئے۔ واپسی کے بعد حد درجہ کمزوری کی وجہ سے انہیں مرادآباد کے ایک سرکاری اسپتال میں داخل کرایا گیا، جہاں ہر مکتبہ فکر کے لوگ، سیاسی اور سماجی تنظیمیں ان کو دیکھنے کے لئے جوق در جوق اسپتال پہنچنے لگیں۔ ڈاکٹروں کی مختلف جماعت ان کی نگرانی کر رہی تھی۔ **CMO** اور سابق وزیر صحت

جناب دودیال کھنہ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ انہیں دیکھنے آئے لیکن دن بہ دن صحت گرتی گئی اور ایک وقت ایسا آیا کہ وہ مکمل طور پر بے ہوش ہو گئے۔ ایمبولنس کے ذریعہ سنبھل پہنچانے کے لئے ان کو آکسیجن اور **Life saving Injections** دئے گئے۔ پورے راستہ مکمل طور پر بے ہوشی طاری رہی۔ اچانک ان کا داہنا ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا اور بہ آواز بلند کلمہ طیبہ کا ورد زبان پر جاری ہو گیا۔ اسی کیفیت میں گھر پہنچے اور بالآخر ڈیڑھ مہینے کی طویل علالت کے بعد بتاریخ ۲۳ نومبر ۱۹۷۵ء بروز اتوار، بوقت ڈیڑھ بجے دوپہر علم وعرفان کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے۔

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم
حضرت مولانا مرغوب الرحمنؒ

تقریباً ۱۵۰ سال سے امت مسلمہ کی دلوں کی دھڑکن بن کر دارالعلوم دیوبند طالبان علوم نبوت کو علم کی دولت کے ساتھ عمل صالح اور اخلاق فاضلہ کی پاکیزہ تربیت دینے میں مصروف ہے۔اس کا اصل سرمایہ توکل علی اللہ ہے،کسی حکومت کی امداد یاکسی مستقل ذریعہ آمدنی کے بغیر محض اللہ عزوجل کے فضل وکرم اور عام مسلمانوں کے عطیات سے یہ ادارہ اپنی بیش بہا خدمات کی طرف رواں دواں ہے۔

اسی ادارہ کے حالیہ مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰنؒ شہر بجنور کے ایک امیر گھرانے میں تقریباً ۱۰۰ سال قبل پیدا ہوئے۔آپ کے والد حضرت مولانا مشیت اللہ صاحب شہر بجنور کے رئیس زمیندار تھے۔وہ دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے ممبر بھی تھے۔حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن نے دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۳۲ء میں فراغت حاصل کی۔آپ نے حضرت مولانا مفتی سہول صاحب سے افتاء کی تعلیم حاصل کی۔فراغت کے بعد اپنے محلّہ کی مسجد میں تقریباً ۲۵ سال امامت کے فرائض انجام دئے،لیکن اس خدمت کے لئے نہ صرف یہ کہ انہوں نے کوئی معاوضہ لیا بلکہ اس دوران مسجد کی مختلف مالی ضروریات خود ہی پوری کرتے تھے۔ ۱۹۶۲ء میں دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے۔ اس ذمہ داری کو نبھانے کے لئے جب بھی کبھی دارالعلوم دیوبند کا سفر کرتے اپنے تمام اخراجات خود ہی برداشت کرتے حتی کہ اگر دارالعلوم کی کوئی چائے بھی پیتے تو اس کی قیمت دارالعلوم میں جمع فرماتے۔اجلاس صدسالہ کے بعد ۱۹۸۱ء میں مساعد مہتمم مقرر ہوئے۔۱۹۸۲ء میں مہتمم بنے

اور جب سے تاوفات (یکم محرم الحرام ۱۴۳۲ھ۔ ۸ دسمبر ۲۰۱۰ء) اس منصب پر فائز رہے۔۱۹۸۲ء کے انتہائی نازک حالات میں مولانا نے دارالعلوم دیوبند کے اہتمام اور قیادت کی ذمہ داری سنبھالی۔ انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور تدبر سے اس عظیم درسگاہ کو منظّم رکھنے میں مسلسل ۳۰ سال بے مثال خدمات انجام دیں۔

حضرت مولانا مرحوم نے اپنے تیس سالہ اہتمام کے دوران کوئی تنخواہ نہیں لی بلکہ ایک چھوٹا سا کمرہ جو آپ کو رہائش کے لئے دیا گیا تھا اس کا بھی پابندی کے ساتھ کرایہ ادا کرتے تھے۔ اپنے مہمانوں کی چائے وغیرہ کا مکمل خرچہ اپنی جیب سے ادا کرتے تھے، اگرچہ وہ دفتری اوقات میں ہی کیوں نہ آئیں۔ مولانا مرحوم نے اپنی جائداد کا ایک حصہ فروخت کر کے دارالعلوم پر خرچ کیا۔ اس کے علاوہ اکثر و بیشتر تعاون کرتے رہتے تھے۔ حضرت مولانا مرحوم کبھی بھی اپنی رائے پر اصرار نہیں کرتے تھے، البتہ جو بات طے ہو جاتی اس کے نفاذ پر سختی سے عمل پیرا ہوتے، اور ذمہ داروں سے ایک ایک پیسہ کا حساب لیا کرتے تھے۔ انتہائی صبر و تحمل کے ساتھ سب کو ساتھ لینے کے جزبہ سے کام کرتے تھے۔ تیس سال قبل اہتمام کی ذمہ داری سنبھالنے کے وقت دارالعلوم کا سالانہ بجٹ تقریباً پچاس لاکھ روپئے تھا، اب چونکہ طلبہ کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے، نیز تعمیری کاموں کا سلسلہ برابر جاری ہے، اس لئے اب سالانا بجٹ تقریباً ۱۴ کروڑ روپئے ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے تحفظ اور اسے ایک عظیم مقام پر پہونچانے میں جو کردار حضرت مولانا مرحومؒ نے ادا کیا وہ انتہائی قابل قدر ہے۔ حضرت مولانا مرحوم صاحب فضل اور صاحب تقویٰ عالم دین تھے، تواضع و انکساری کے حامل تھے، شرافت اور بزرگی کے مجسم پیکر تھے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے ، ان کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ تمام دینی مدارس خاص کر دارالعلوم دیوبند کی تمام شرور وفتن سے حفاظت فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔ نیز تمام منتسبین اور بہی خواہان دارالعلوم سے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

شیخ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی دامت برکاتھم اور ان کی حدیث کی خدمات

آپ کی پیدائش ۱۹۳۰ء(۱۳۵۰ھ) کے آس پاس اتر پردیش کے مردم خیز علاقہ مئو(اعظم گڑھ) میں ہوئی۔ برصغیر کی معروف علمی درسگاہ دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۵۲ء(۱۳۷۲ھ) میں فراغت حاصل کی۔ ازہرالہند دارالعلوم دیوبند سے علوم نبوت میں فضیلت کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد دنیا کے معروف اسلامی ادارہ جامعہ ازہر، مصر سے ۱۹۵۵ء میں " شهادة العالمية مع الاجازة بالتدريس " (MA) کی ڈگری حاصل کی اور وطن عزیز واپس آ گئے۔ ۱۹۵۵ء میں ملازمت کی غرض سے قطر چلے گئے اور وہاں کچھ دنوں غیر عربی داں حضرات کو عربی زبان کی تعلیم دی، پھر قطر کی پبلک لائبریری میں لائبریرین کی حیثیت سے فرائض انجام دئے۔ اس دوران آپ نے اپنے علمی ذوق وشوق کی بنیاد پر متعدد قیمتی مخطوطات پر بھی کام کیا۔

۱۹۶۴ء میں قطر سے لندن چلے گئے اور ۱۹۶۶ میں دنیا کی معروف یونیورسٹی Cambridge,London سے جناب A.J.Arberry اور جناب Prof.R.B.Serjeant کی سرپرستی میں Studies in Early Hadith Literature کے موضوع پر Ph.D کی۔ مذکورہ موضوع پر انگریزی زبان میں Thesis پیش فرما کر CambridgeUniversity سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے سرفراز ہونے کے بعد آپ دوبارہ قطر تشریف لے گئے اور وہاں قطر پبلک لائبریری میں مزید دوسال یعنی ۱۹۶۸ء تک کام کیا۔

۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۳ء تک جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں مساعد پروفیسر کی حیثیت سے ذمہ داری بخوبی انجام دی۔

۱۹۷۳ء سے ریٹائرمنٹ یعنی ۱۹۹۱ء تک کنگ سعود یونیورسٹی میں مصطلحات الحدیث کے پروفیسر کی حیثیت سے علم حدیث کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔

۱۹۶۸ء سے ۱۹۹۱ء تک مکہ مکرمہ اور ریاض میں آپ کی سرپرستی میں بے شمار حضرات نے حدیث کے مختلف پہلوؤں پر ریسرچ کی۔ اس دوران آپ سعودی عرب کی متعدد یونیورسٹیوں میں علم حدیث کے ممتحن کی حیثیت سے متعین کئے گئے، نیز مختلف تعلیمی و تحقیقی اداروں کے ممبر بھی رہے۔

حدیث کی عظیم خدمات پر ۱۹۸۰ء میں کنگ فیصل عالمی ایوارڈ :

۱۹۸۰ء (۱۴۰۰ھ) میں مندرجہ ذیل خدمات کے پیش نظر آپ کو کنگ فیصل عالمی ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا۔

۱) آپ کی کتاب "دراسات فی الحدیث النبوی وتاریخ تدوینه" جو کہ انگریزی زبان میں تحریر کردہ آپ کی Thesis کا بعض اضافات کے ساتھ عربی میں ترجمہ ہے، جس کا پہلا ایڈیشن کنگ سعود یونیورسٹی نے ۱۹۷۵ء میں شائع کیا تھا۔ اس کتاب میں آپ نے مضبوط دلائل کے ساتھ احادیث نبویہ کا دفاع کر کے تدوین حدیث کے متعلق مستشرقین کے اعتراضات کے بھرپور جوابات دئے ہیں۔

۲) صحیح ابن خزیمہ جو صحیح بخاری و صحیح مسلم کے علاوہ احادیث صحیحہ پر مشتمل ایک اہم کتاب

ہے،عصر حاضر میں چار جلدوں میں اس کی اشاعت آپ کی تخریج وتحقیق کے بعد ہی دوبارہ ممکن ہوسکی۔ اس کے لئے آپ نے مختلف ممالک کے سفر کئے۔

۳) احادیث نبویہ کو عربی زبان میں سب سے پہلے کمپیوٹرائز کرکے آپ نے حدیث کی وہ عظیم خدمت کی ہے کہ آنے والی نسلیں آپ کی اس اہم خدمت سے استفادہ کرتی رہیں گی۔ ان شاء اللہ یہ عمل آپ کے لئے صدقۂ جاریہ بنے گا۔

اس طرح ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی قاسمی دنیا میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے احادیث کی عربی عبارتوں کو کمپیوٹرائز کیا۔غرضیکہ منتسبین مکتب فکر دیوبند کو فخر حاصل ہے کہ جس طرح احادیث کو پڑھنے وپڑھانے، کتب حدیث کی شروح تحریر کرنے اور حجیت حدیث اور اس کے دفاع میں سب سے زیادہ کام ان کے علماء نے کیا ہے، اسی طرح احادیث نبویہ کو کمپیوٹرائز کرنے والا پہلا شخص بھی فاضل دارالعلوم دیوبند ہی ہے جس نے قرآن وحدیث کی تعلیم وتعلم سے کامیابی کے وہ منازل طے کئے جو عموماً لوگوں کو کم میسر ہوتے ہیں۔ یا اللہ! موصوف کو مزید نافع علم عطا فرما اور آخرت میں بھی امتیازی کامیابی عطا فرما، آمین، ثم آمین۔

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی قاسمی صاحب نے کتب حدیث کی تخریج وتحقیق، ان پر تعلیقات، اپنی نگرانی میں ان کی اشاعت اور قرآن وحدیث کی تدوین کے متعلق مستشرقین کے اعتراضات کے مدلل جوابات انگریزی وعربی زبان میں پیش کرکے دین اسلام کی ایسی عظیم خدمت پیش کی ہے کہ ان کی شخصیت صرف ہندوستان یا سعودی عرب تک محدود نہیں ہے بلکہ دنیا کے کونے کونے سے ان کی خدمات کو سراہا گیا ہے، حتی کہ اسلام مخالف قوتوں نے بھی آپ کی علمی حیثیت کو تسلیم کیا ہے۔غرضیکہ عصر حاضر میں شیخ الحدیث مولانا محمد انور شاہ

کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۷۵ء۔۱۹۳۳ء) کے شاگرد رشید محدث کبیر شیخ حبیب الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۰۱ء۔۱۹۹۵ء) کے بعد شیخ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی قاسمی صاحب کا نام سرفہرست ہے جنہوں نے متعدد کتب حدیث کے مخطوطات پر کام کر کے احادیث کے ذخیرہ کو امت مسلمہ کے ہر خاص وعام کے پاس پہونچانے میں اہم رول ادا کیا۔ شیخ حبیب الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تقریباً گیارہ احادیث کی کتابوں کی تخریج وتحقیق کے بعد ان کی اشاعت کروائی تھی۔

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی صاحب نے سعودی نیشنلٹی حاصل ہونے کے باوجود اپنے ملک، علاقہ اور اپنے ادارہ سے برابر تعلق رکھا ہے، تقریباً ہر سال ہی اپنے وطن کا سفر کرتے رہے ہیں، اپنے علاقہ کے لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے متعدد کام کرواتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر اعظمی صاحب نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ سے قبل تقریباً چھ ماہ مدرسہ شاہی مرادآباد میں تعلیم حاصل کی ہے، نیز آپ تقریباً ایک سال علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں بھی زیر تعلیم رہے ہیں۔

آپ کے تین بچے ہیں، بیٹی فاطمہ مصطفیٰ اعظمی امریکہ سے **M.Com** اور **Ph.D** کرنے کے بعد شیخ زاید یونیورسٹی میں مساعد پروفیسر ہیں۔ بڑے صاحبزادے عقیل مصطفیٰ اعظمی امریکہ سے **Engineering** پھر **Master in Engnireering** اور **Ph.D** کرنے کے بعد کنگ سعود یونیورسٹی میں مساعد پروفیسر ہیں، چھوٹے بیٹے جناب انس مصطفیٰ اعظمی نے **UK** سے **Ph.D** کی ہے اور **King Faisal Specialist Hospital** میں برسر روزگار ہیں۔

☆ اس کے علاوہ کنگ خالد بن عبدالعزیزؒ نے آپ کی عظیم خدمات کے پیش نظر ۱۹۸۲ء

میں آپ کو Medal of Merit, First Class سے سرفراز فرمایا۔

سعودی نیشنلٹی:

۱۹۸۱ء (۱۴۰۱ھ) میں حدیث کی گرانقدر خدمات کے پیش نظر آپ کو سعودی نیشنلٹی عطا کی گئی۔

دیگر اہم ذمہ داریاں:

- Chairman of the Dept. of Islamic Studies, College of Education, King Saud University.
- Visiting Scholar at the University of Michigan, Ann Arbor, Michigan (1981-1982).
- Visiting Fellow of St. Cross College, Oxford, England, during Hilary term (1987).
- Visiting Scholar at the University of Colorado, Boulder, Colorado, USA (1989-1991).
- King Faisal Visiting Professor of Islamic Studies at Princeton University, New Jersy (1992).
- Member of Committee for promotion, University of Malaysia.
- Honorary Professor, Department of Islamic Studies, University of Wales, England.

علمی خدمات: آپ کی علمی خدمات کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

۱) **Studies in Early Hadith Literature:** یہ کتاب دراصل ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی قاسمی صاحب کی Ph.D کی Thesis ہے جو انگریزی زبان میں تحریر کی گئی تھی جس کا پہلا ایڈیشن بیروت سے ۱۹۶۸ء میں شائع ہوا، دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۸ء اور تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۸ء میں امریکہ سے شائع ہوا اور اس کے بعد متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور الحمدللہ یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ اس کا ۱۹۹۳ء میں ترکی زبان میں اور ۱۹۹۴ء میں انڈونیشی اور اردو زبان میں ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ مشرق ومغرب کی متعدد یونیورسٹیوں میں یہ کتاب نصاب میں داخل ہے۔

۲) **دراسات فی الحدیث النبوی وتاریخ تدوینہ:** موصوف نے انگریزی زبان میں تحریر کردہ اپنی Thesis میں بعض اضافات فرما کر خود عربی زبان میں ترجمہ کیا ہے، جو ۷۱۲ صفحات پر مشتمل ہے، جس کا پہلا ایڈیشن کنگ سعود یونیورسٹی نے ۱۹۷۵ء میں شائع کیا تھا۔ اس کے بعد ریاض وبیروت سے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ان دونوں مذکورہ انگریزی وعربی کتابوں میں مستند دلائل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تدوین حدیث کا آغاز حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں ہی ہو گیا تھا، نیز اس دعوہ کو غلط ثابت کیا گیا ہے کہ تدوین حدیث کا آغاز دوسری اور تیسری صدی ہجری میں ہوا تھا۔

۳) **منہج النقد عند المحدثین نشاتہ، تاریخہ:** اس کتاب میں موصوف نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ محدثین کرام نے احادیث کے علمی ذخیرہ کو صحیح قرار دینے کے لئے جو اسلوب اختیار کیا ہے اس کی کوئی نظیر حتی کہ ہمارے زمانہ میں بھی نہیں ملتی ہے۔ نیز اس

کتاب میں تدوین حدیث کے ابتدائی دور میں محدثین کے تحقیقی طریق کار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور ۲۳۴ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۵ء میں ریاض سے، دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۲ء میں ریاض سے اور تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۳ء میں ریاض سے شائع ہوئے ہیں، اس کے بعد بھی اس کتاب کے شائع ہونے کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ کتاب جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے نصاب میں داخل ہے۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی اہم کتاب ہے۔

۴) **کتاب التمییز للامام مسلم:** امام مسلمؒ کی اصول حدیث کی مشہور کتاب التمییز آپ کی تحقیق وتخریج کے بعد شائع ہوئی۔

۵) **Studies in Hadith Methodology and Literature:**

اس کتاب میں حدیث کے طریق کار سے بحث کی گئی ہے تاکہ احادیث کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ نیز مستشرقین نے جو شبہات پیدا کر دئے تھے ان کا ازالہ کرنے کی ایک بہترین کوشش ہے۔ مصنف نے اس کتاب کو دو حصوں میں منقسم کیا ہے پہلے حصہ میں احادیث کے طریق کار سے بحث کی گئی ہے جبکہ دوسرے حصہ میں حدیث کے ادبی پہلو کو صحاح ستہ اور دوسری کتب حدیث کی روشنی میں اجاگر کیا ہے۔ یہ کتاب انگریزی داں اصحاب کے لئے علوم وادب حدیث کے مطالعہ کا اہم ذریعہ ہے جو مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب میں داخل ہے۔ کتاب کا پہلا اور دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۷ء میں امریکہ سے، تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۸ء میں امریکہ سے شائع ہوا۔اس کے بعد متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

۶) **The History of the Quranic Text from**

:Revelation to Compilation

یہ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی قاسمی کی بہترین تصانیف میں سے ایک ہے جس میں قرآن کریم کی تدوین کی تاریخ، مستند دلائل کے ساتھ ذکر فرمائی ہے۔ دیگر آسمانی کتابوں کی تدوین سے قرآن کریم کی تدوین کا مقارنہ فرما کر قرآن کریم کی تدوین کے محاسن وخوبیوں کا تذکرہ فرمایا ہے، نیز اسلام مخالف قوتوں کو دلائل کے ساتھ جوابات تحریر کئے ہیں۔ اس کتاب میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ قرآن کریم کا حتمی نسخہ تیار کرنے کے لئے طریق کار پر بھی مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۲۰۰۳ء میں انگلینڈ سے، دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۸ء میں دبی سے شائع ہوا۔ اس کے بعد سعودی عرب، ملیشیا، کناڈا اور کویت سے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

ابھی تک اس اہم کتاب کا عربی یا اردو زبان میں ترجمہ تحریر نہیں ہوا ہے۔ مولانا کی صحت اب مزید علمی مشغلہ سے مانع بن رہی ہے، انہوں نے ۸ فروری ۲۰۱۳ء کو میری ملاقات کے دوران اس عظیم کتاب کے اردو یا ہندی میں ترجمہ کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ یہ کتاب تقریباً ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

ے) :On Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence

مشہور ومعروف مستشرق "شاخت" کی کتاب کا تنقیدی جائزہ اور فقہ اسلامی کے متعلق اس کے ذریعہ اٹھائے گئے اعتراضات کے مدلل جوابات پر مشتمل ایک اہم تصنیف ہے جو مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب میں داخل ہے۔ یہ کتاب ۲۴۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۵ء میں نیویارک سے، دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۶ء میں انگلینڈ سے شائع ہوا

ہے۔اسکے بعد متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور سلسلہ برابر جاری ہے۔ یہ کتاب دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب میں داخل ہے۔۱۹۹۶ء میں اسکا ترکی زبان میں ترجمہ شائع ہوا۔عربی زبان میں ترجمہ اور اردو میں ملخص طباعت کے مرحلہ میں ہے۔

۸) **اصول الفقه المحمدی للمستشرق شاخت (دراسة نقدية)** یہ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی صاحب کی انگریزی زبان میں تحریر کردہ کتاب کا عربی ترجمہ ہے جو ڈاکٹر عبدالحکیم مطرودی نے کیا ہے، جو ابھی تک شائع نہیں ہو سکا ہے۔

۹) **کتاب النبی ﷺ:** اس کتاب میں نبی اکرم ﷺ کی جانب سے لکھنے والے صحابہؓ کرام کا تذکرہ ہے۔مؤرخین نے عموماً ۴۰۔۴۵ کاتبین نبی کا ذکر فرمایا ہے لیکن ڈاکٹر اعظمی صاحب نے ۶۰ سے زیادہ کاتبین نبی ﷺ کا ذکر تاریخی دلائل کے ساتھ فرمایا ہے۔اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۴ء میں دمشق سے اور دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۸ء میں بیروت سے اور تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۱ء میں ریاض سے شائع ہوا ہے۔اس کے بعد اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔اس کتاب کا انگریزی ترجمہ جلدی ہی شائع ہوا ہے۔

۱۰) **المحدثون من اليمامة الی ۲۵۰ هجری تقریباً:** ابتدائے اسلام سے اب تک عالم اسلام کے تمام شہروں کے محدثین کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے مگر مصنف نے الیمامہ کے محدثین کا تذکرہ اس کتاب میں کیا ہے۔اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۹۴ء میں بیروت سے شائع ہوا ہے۔

۱۱) **موطا امام مالک:** آپ کی تخریج وتحقیق کے بعد اس اہم کتاب کی ۸ جلدوں میں اشاعت ہوئی۔ یہ حدیث کی مشہور ومعروف کتاب ہے جو امام مالکؒ نے تصنیف فرمائی

ہے، بخاری ومسلم کی تحریر سے قبل یہ کتاب سب سے معتبر کتاب تسلیم کی جاتی تھی۔ آج بھی اسے اہم مقام حاصل ہے۔ مؤسسۃ زاید بن سلطان آل نہیان ، ابوظبی نے اس کی اشاعت کی ہے۔ آپ نے موطا مالک کے راویوں پر بھی کام کیا ہے جن کی تعداد آپ کی تحقیق کے مطابق ۱۰۵ ہے۔

۱۲) صحیح ابن خزیمہ: صحیح ابن خزیمہ جو حدیث کی صحیح بخاری و صحیح مسلم کے علاوہ احادیث صحیحہ پر مشتمل ایک اہم کتاب ہے، ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی صاحب نے ہی حدیث کی اس نایاب کتاب کو تلاش کیا جس کے بارے میں یہ خیال تھا کہ یہ ضائع ہوچکی ہے، اس طرح حدیث کی یہ اہم کتاب موصوف کی تخریج و تحقیق کے بعد ہی دوبارہ شائع ہوسکی۔ اس کی چار جلدیں ہیں، پہلا ایڈیشن ۱۹۷۰ء میں بیروت سے، تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۲ء میں ریاض سے اور تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۳ء میں بیروت سے اور اس کے بعد بے شمار ایڈیشن مختلف اداروں سے شائع ہوئے اور ہورہے ہیں۔

۱۳) العلل لعلی بن عبداللہ المدینی : آپ کی تحقیق و تعلیق کے بعد اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۲ء میں اور دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد سے متعدد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔

۱۴) سنن ابن ماجہ: حدیث کی اس اہم کتاب کی آپ نے تخریج و تحقیق کرنے کے بعد اس کو کمپیوٹرائز کرکے چار جلدوں میں ۱۹۸۳ء میں ریاض سے شائع کرایا۔ احادیث کو کمپیوٹرائز کرنے کا سلسلہ آپ نے کسی حد تک **CambridgeUniversity** میں **Ph.D** کے دوران شروع کردیا تھا۔

۱۵) سنن کبری للنسائی: آپ نے ۱۹۶۰ء میں اس کے مخطوطہ کو حاصل کر کے اسکی تخریج و تحقیق کے بعد اشاعت فرمائی۔

۱۶) مغازی رسول اللہ ﷺ لعروۃ بن زبیر بروایۃ ابی الاسود: مشہور و معروف تابعی حضرت عروہ بن زبیرؒ (ولادت ۲۳ھ) کی سیرت پاک کے موضوع پر تحریر کردہ سب سے پہلی کتاب (مغازی رسول اللہ ﷺ) ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی صاحب نے اپنی تخریج و تحقیق اور تنقید کے بعد شائع کی۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب اس بات کی علامت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے فوراً بعد سیرت نبوی پر لکھنا شروع ہو گیا تھا۔ ادارۂ ثقافت اسلامیہ، پاکستان نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کر کے ۱۹۸۷ء میں شائع کیا ہے، اس کتاب کا انگریزی زبان میں تعارف طباعت کے مرحلہ میں ہے۔ اصل کتاب (عربی زبان میں) کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۱ء میں ریاض سے شائع ہوا ہے۔

۱۷) صحیح بخاری کا مخطوطہ: متعدد علماء کے حواشی کے ساتھ ۴۲۵ھ میں تحریر کردہ صحیح بخاری کا مخطوطہ جو ۱۹۷۷ء میں استنبول سے حاصل کیا گیا، موصوف کی تحقیق کے بعد طباعت کے مرحلہ میں ہے۔

غرض ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی قاسمی صاحب نے حدیث کی ایسی عظیم خدمات پیش فرمائی ہیں کہ ان کی حدیث کی خدمات کا اعتراف عالم اسلامی ہی میں نہیں بلکہ مستشرقین نے بھی آپ کی صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے۔ اللھم زد فزد۔ موصوف کی اکثر کتابیں انٹرنیٹ پر FreeDownload کے لئے مہیا ہیں۔

AUTHOR'S BOOKS

IN URDU LANGUAGE:

حج مبرور، مختصر حج مبرور، حی علی الصلاۃ، عمرہ کا طریقہ، تحفۂ رمضان، معلومات قرآن، اصلاحی مضامین جلد ۱،
اصلاحی مضامین جلد ۲، قرآن وحدیث: شریعت کے دو اہم ماخذ، سیرت النبی ﷺ کے چند پہلو،
زکوۃ وصدقات کے مسائل، فیملی مسائل، حقوق انسان اور معاملات، تاریخ کی چند اہم شخصیات، علم وذکر

IN ENGLISH LANGUAGE:

Quran & Hadith - Main Sources of Islamic Ideology
Diverse Aspects of Seerat-un-Nabi
Come to Prayer, Come to Success
Ramadan - A Gift from the Creator
Guidance Regarding Zakat & Sadaqaat
A Concise Hajj Guide
Hajj & Umrah Guide
How to perform Umrah?
Family Affairs in the Light of Quran & Hadith
Rights of People & their Dealings
Important Persons & Places in the History
An Anthology of Reformative Essays
Knowledge and Remembrance

IN HINDI LANGUAGE:

क़ुरान और हदीस - इस्लामी आइडयोलॉजी के मैन सोर्स
सीरतुन नबी के मुख्तलफि पहलू
नमाज़ के लिए आओ, सफलता के लिए आओ
रमज़ान - अल्लाह का एक उपहार
ज़कात और सदक़ात के बारे में गाइडेंस
हज और उमराह गाइड
मुख़्तसर हज्जे मबरूर
उमरह का तरीका
पारवािरकि मामले क़ुरान और हदीस की रोशनी में
लोगों के अधकिार और उनके मामलात
महत्वपूर्ण वयक्ति और स्थान
सुधारात्मक निबंध का एक संकलन
इल्म और जिक्र

First Islamic Mobile Apps of the world in 3 languages
(Urdu, Eng.& Hindi) in iPhone & Android by Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

DEEN-E-ISLAM HAJJ-E-MABROOR